عذاب الہیٰ کی وجوہات

ڈاکٹر زہرا بتول[1]
drzahrabatool987@gmail.com

کلیدی کلمات: قرآن کریم، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، قوم نوح، اصحاب الراس، اصحاب الفیل

خلاصہ

جو قومیں بے یقینی، مایوسی، سرکشی، شکوک و شبہات، غرور و تکبر اور ہوس زر میں مبتلا ہو جاتی ہیں تو پھر مستقل ذلت و رسوائی ان اقوام کا مقدر ٹھہر جاتا ہے، کیونکہ بت پرستی اور دولت پرستی دو علیحدہ طرز فکر نہیں ہیں۔ اللہ تعالی اپنی رحمت خاص سے اپنے بندوں کی چھوٹی چھوٹی لغزشوں کو معاف کرتے رہتے ہیں، لیکن جب اقوام بڑی بڑی غلطیاں مستقل بنیادوں پر کرنے لگیں اور جن غلطیوں کے سبب نظام کائنات میں خلل واقع ہونا شروع ہو جائے تو پھر اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا نظام قاہرانہ حرکت میں آجاتا ہے اور ایسی اقوام کو اللہ تعالی دردناک عذاب میں مبتلا کرکے انہیں صفحہ ہستی سے ہی مٹا دیتے ہیں۔ لہٰذا کسی بھی قوم پر آنے والے عذاب کا اگر ہم تجزیہ کریں تو یقینی طور پر وہ اقوام بے یقینی، سرکشی، تکبر اور ہوس زر میں مبتلا نظر آئیں گی، جبکہ یہی قبیح عادات ان کے زوال کے بڑے اسباب میں شامل ہیں۔ عذاب الٰہی کے متعلق قرآن مجید نے جو واقعات ذکر کئے ہیں وہ ہمیں اس دنیا کی بے ثباتی کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور سابقہ اقوام کی سرگذشت سے عبرت حاصل کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔ اس مقالے میں قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں قوم عاد، قوم نوح، قوم ثمود، قوم لوط، اصحاب الرس، ایکہ والے اور اصحاب فیل جیسے عناوین کے تحت عذاب الٰہی کے قرآنی فلسفے کی تشریح کی گئی ہے۔ اسی طرح سابقہ اقوام پر ہونے والے عذاب الٰہی کی سائنسی وجوہات بھی بیان کی گئی ہے۔

عذاب الٰہی کی وجوہات

عذاب الٰہی کی وجوہات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس بات کو سمجھ لیا جائے کہ: آخر دنیا کی مختلف اقوام اور خطے اس کی لپیٹ میں کیوں آتے ہیں اور ایسا کیوں ہوتا ہے؟ علمائے باطن کی نظر میں جب بھی کسی قوم میں بے یقینی، شکوک و شبہات اور سرکشی نے سر اٹھایا اور یہ سرکشی اس حد تک بڑھی کہ اللہ تعالی کے بنائے ہوئے قاعدے قوانین کی پائمالی کی تمام حدیں پار کرلی گئیں یہاں تک کہ انہوں نے احکامات الٰہی کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تو پھر یہی نافرمانی، سرکشی اور بے یقینی ان کے ساتھ ہی ان کی قوم کو بھی لے ڈوبی۔

پھر بات یہیں ختم نہیں ہوئی بلکہ اللہ تعالی نے انہیں قیامت تک کے لئے رہتی دنیا کے لئے نشان عبرت بھی بنا دیا کیونکہ جو قومیں اللہ کی عبادت کے بجائے ہوس زر اور دولت پرستی میں مبتلا ہو جاتی ہیں تو اس کے نتیجے میں مستقل ذلت، عذاب اور رسوائی ان کا مقدر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بت پرستی اور دولت پرستی دو علیحدہ طرز فکر نہیں ہیں، انسان پتھر کی پوجا کرے یا سونے، چاندی، روپے پیسے یا زر و جواہرات کی، بات ایک ہی ہے۔ قانون قدرت کی رو سے اللہ تعالی اپنے بندوں کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں اور لغزشوں کو معاف کرتے رہتے ہیں، لیکن اقوام کی وہ بڑی بڑی غلطیاں کہ جس کے سبب نظام قدرت اور خدا کی خدائی میں اضطراب اور خلل واقع ہو جائے اور اس کی زد میں معصوم انسان بھی آجائیں تو پھر اس کے نتیجے میں اللہ تعالی کا قاہرانہ نظام متحرک ہو جاتا ہے اور پھر ایسی اقوام دردناک عذاب میں گرفتار کرلی جاتی ہیں اور اس کے ساتھ ہی ان سے ان کا اقتدار بھی چھین لیا جاتا ہے اور اس جرم کی پاداش میں یا تو انہیں صفحہ ہستی سے ہی مٹا دیا جاتا ہے یا پھر انہیں غلامی کی ہزیمت میں مبتلا کر دیا جاتا ہے جبکہ ہم غلامی کی متعدد اقسام سے بخوبی واقف ہیں۔

1۔ اسلامک لرننگ ڈیپارٹمنٹ جامعہ کراچی

قانون قدرت یہ بھی ہے کہ نافرمان اور ظالموں (بھلے ان کی تجوریاں مال وزر سے بھری ہوئی کیوں نہ ہوں) کو اللہ تعالیٰ سکون اور اطمینان قلب سے محروم رکھتا ہے پھر مکافات عمل کا قانون بھی یہ ہے کے کسی انسان کا تعلق اس دنیا سے اس وقت تک منقطع نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ مکافات عمل کا کفارہ ادا نہ کر دے۔

یہاں قابل غور امر یہ ہے کہ: ہر انسان کے دماغ میں تقریباً دو کھرب (۲،۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰) خلیات پائے جاتے ہیں اگر بہ حیثیت مجموعی کسی قوم میں پائے جانے والے ان خلیات میں تخریب، نافرمانی، شک و شبہات، اور بے یقینی واقع ہو جائے تو پھر من حیث القوم اس قوم کی تباہی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رہتا اور عذاب الٰہی ان کا مقدر ہو جاتا ہے، لیکن اس کے بر عکس جو افراد اور اقوام اپنے رب سے حقیقی تعلق کو استوار کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے نتیجے میں انہیں دنیا اور آخرت کے خوف و غم سے محفوظ و مامون رکھتے ہیں۔
ارشادات خداوندی ہیں کہ:

- ترجمہ: "کیا ان لوگوں کو ان کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے تھے (مثلاً) نوح، عاد، ثمود کی قوم، ابراہیم کی قوم اور مدین والوں کی اور ان کی بستیاں جن کو تہہ و بالا کر دیا۔ ان کے پاس بھی ان کے رسول، اللہ کے کھلے ہوئے احکامات لے کر پہنچے تھے۔ پس اللہ تو ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا دراصل وہ اپنے اوپر خود ہی ظلم کر رہے تھے جس کا نتیجہ ان کی تباہی کی شکل میں نکلا (1)"
- ترجمہ: "ہم نے ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق سزا دی ہے، بعض پر پتھر کا مینہ برسایا، کسی کو کڑک نے دبوچ لیا، کچھ کو زمین نے نگل لیا اور کچھ کو سمندر کی لہروں نے تہہ آب کر دیا ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنی تباہی کے ذمہ دار ہیں (2)"

قرآن کریم ایک ایسی عظیم الشان کتاب ہے کہ جس میں شک و شبہ کی گنجائش موجود نہیں ہے اور پھر یہ کہ! یہ کتاب ان لوگوں کو ہدایت دیتی ہے جو متقی ہیں جبکہ متقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ وہ غیب پر یقین رکھتے ہیں جبکہ اس یقین کی انتہاء یہ ہے کہ انسان کی باطنی نگاہ کھل جائے اور غیب اس کے لئے مشاہدہ بن جائے پھر جب تک مشاہدہ عمل میں نہ آئے یقین کی تعریف مکمل نہیں ہوتی ہے۔ یقین کی انہی کیفیات اور اس کے مشاہدے کے لئے اللہ تعالی نے بنی نوع انسانیت کی رہنمائی کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے تاکہ وہ سسکتی ہوئی انسانیت کو غیب پر یقین کی جو کہ زندگی کی معراج ہے اس سے متعارف کرواسکیں۔ گو کہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں اللہ تعالی نے بنی نوع انسانیت کو غیب پر یقین کرنے کی ہدایت دی تاکہ وہ اسی یقین کی بدولت دنیا اور آخرت میں سرخرو اور کامیاب ہو سکیں۔
اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے کہ:

ترجمہ: "یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ہدایت ہے ان پرہیزگاروں کے لئے جو غیب پر ایمان لائے۔ (3)"

اس آیت میں ایک لفظ لاریب آیا ہے جس کے معنی ہیں بے شک یا جس میں قطعاً شک کی گنجائش موجود نہ ہو جبکہ یقین شک کی ضد ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اس کتاب میں قطعاً شک وشبہ کی گنجائش موجود نہیں ہے اور یہ کتاب ہدایت دیتی ہے ان پرہیزگاروں کو جو کہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اگر لغات القرآن میں غیب کے معنی تلاش کئے جائیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیب کے معنی عقل سے ماوراء کے ہیں جس کو عقل انسانی سمجھنے سے قاصر ہو یا انسان کا علم اس مقام پر نہ ہو کہ وہ اس کی درست تشریح و توضیح، کیفیت اور ہیئت سے واقف ہو سکے یا پھر ہر وہ چیز جو انسانی نگاہوں سے اوجھل ہو جبکہ غیب کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کہیں نہ کہیں موجود ضرور ہوتی ہے کیونکہ اگر وہ ظاہر یا آشکار ہو جائے گی تو پھر وہ غیب نہیں بلکہ مشہود ہو جائے گی (4) جبکہ اگر تفکر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دین پورے کا پورا ہی غیب ہے۔ توحید، رسالت، آخرت، فرشتے، تقدیر الغرض عقائد کے اعتبار سے اگر تجزیہ کیا جائے تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ یہ وہ تمام معاملات ہیں جو عقل انسانی میں آنے سے قاصر ہیں لہٰذا مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان سے مخاطب ہو کر یہ فرما رہے ہیں کہ اللہ کے نیک بندے وہی ہیں جو کہ غیب پر ایمان لے آتے ہیں اور پھر اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں کرتے ہیں لہٰذا اسلامی تعلیمات اور پیغمبرانہ رہنمائی کا حاصل کلام،

یقین کی انمول دولت میں مضمر ہے جو اس دولت سے سرفراز ہو جاتے ہیں وہ متقین کہلاتے ہیں یعنی وہ پرہیزگار یا متقی ہوئے متقین کے لئے ارشادات خداوندی ہیں کہ :

- اللہ متقین کا دوست ہے۔(5)
- بے شک اللہ متقین سے محبت رکھتا ہے۔(6)
- بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم سب سے زیادہ متقی ہے۔(7)
- بے شک متقین کا نیک انجام ہوگا۔ (8)
- بے شک متقین امن اور سلامتی کے ساتھ جنت کے باغات میں داخل کئے جائیں گے۔ (9)
- اسی طرح ہم ابراہیمؑ کو زمین اور آسمان کی بادشاہت دکھلانے لگے اور اسی لئے دکھانے لگے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں ہو جائے۔(10)

یقین کے حوالے سے حضرت علیؑ کا قول ہے کہ : "دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور انسان وہ ہے جو خدا پر یقین رکھتا ہو۔ یقین عقلمند انسان کا لباس ہے اور دین کا کل سرمایہ یقین کا کامل ہونا ہے جبکہ آخرت پر یقین ہی دراصل عنوان ایمان ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ : زہد و تقویٰ کی اصل اساس یقین ہے جس کا ثمرہ خوش بختی ہے۔ دین میں مضبوطی اور پائیداری یقین کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور جس کا یقین اچھا ہوگا اس کی عبادات بھی اچھی ہوں گی۔" (11)

جبکہ یقین کے حوالے سے مغیرہ بن عامر کا قول ہے کہ : "شکر نصف ایمان ہے اور صبر بھی نصف ایمان ہے، لیکن یقین مکمل ایمان ہے۔" اگر یقین ٹوٹ جائے تو اس کی حرکت دو طرح سے ہوتی ہے اگر اس کا رخ اوپر کی جانب ہو جائے تو پھر اس قوم پر آسمانی آفات و بلیات کا نزول شروع ہو جاتا ہے اور اگر یہی بے یقینی، فتنہ فساد، خانہ جنگی، قتل و غارت گری، ظلم و ستم، بربریت اور مسلکی و گروہی اختلافات کی شکل میں زمین کی طرف نزول کر جائے تو پھر زلزلے، سیلاب، قحط اور وبائی امراض پھوٹ پڑتے ہیں جس کے سبب پوری قوم کے اعصاب بری طرح سے متاثر ہوتے ہیں یہی نہیں بلکہ بسا اوقات تو خوفناک جنگیں تک چھڑ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد اقوام کو ان کی نافرمانی کے نتیجے میں عذاب میں مبتلا کیا۔ ارشاد خداوندی ہے کہ :

- اور تم پر جو مصائب آتے ہیں وہ تمہارے اپنے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں اور خدا تو بہت سے خطاؤں سے در گزر کرتا ہے۔(12)
- کیا یہ لوگ کبھی زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ : انہیں ان لوگوں کا انجام نظر آتا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں وہ ان سے زیادہ طاقت ور تھے اور ان سے زیادہ زبردست آثار زمین میں چھوڑ گئے ہیں۔ (13)

ذیل میں عذاب الٰہی کے حوالے سے کچھ حقائق اور واقعات کا مختصراً جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

ا۔ احقاف

احقاف کا واحد 'الحقف' ہے جس کے معنی طویل اور بلند ٹیلہ کے ہیں جو کہ قدرے ٹیڑھا بھی ہو اس کے معنی قوم عاد کے گھر سے ہے یہ ٹیلے یمن میں ہیں جہاں قوم عاد رہتی ہے۔(14) قوم عاد کا مرکزی مقام سرزمین احقاف ہے یہ حضر موت کے شمال میں اس طرح واقع ہے کہ اس کے مشرق میں عمان ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ : آپ قوم عاد کے بھائی کو یاد کیجئے (15) (اس سے مراد قوم عاد کے نسبی بھائی سے ہے) ان کے دینی بھائی سے نہیں اور وہ حضرت ہودؑ ہیں ان کا پورا نام ہود بن عبداللہ بن رباح بن الخلود بن عاد تھا اور قوم عاد، عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد ہیں۔ حضرت ہودؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ :

- ترجمہ: "بے شک مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے(16)"
- ترجمہ: "سو انہوں نے کہا کہ: کیا آپ اس لئے ہمارے پاس آئے ہیں کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کریں تو آپ وہ عذاب لے آئیں جس سے آپ ہم کو ڈرا رہے ہیں۔ اگر آپ سچوں میں سے ہیں۔ (17)"
- ترجمہ: "حضرت ہودؑ نے کہا کہ: اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے میں تو تمہیں صرف وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جیسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے لیکن میں تمہارے بارے میں یہ گمان رکھتا ہوں کہ: تم جاہل لوگ ہو پھر جب انہوں نے اس عذاب کو بادل کی طرح اپنی وادیوں میں آتے دیکھا تو انہوں نے کہا کہ: یہ تو ہم پر برسنے والا بادل ہے (نہیں) بلکہ یہ وہ عذاب ہے کہ جس کو تم نے جلدی طلب کیا تھا یہ زبردست آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔(18) "

قوم عاد

عاد ایک شخص کا نام تھا جو کہ عمالیق سے تھا یہ کثیر الاولاد شخص تھا جس کی اولادیں کئی قبائل میں منقسم تھیں جو یمن کے احقاف (ٹیلوں، ریگستان) میں رہتے تھے یہ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی، قوم عاد جہاں پر آباد تھی یہ علاقہ ایک طرف یمن اور حضرموت سے ملتا ہے جبکہ دوسری جانب اس کے عقب میں ربع الظالی کا صحرا ہے یورپی محققین کی تلاش کے نتیجے میں اس علاقہ میں بہت سے شہاب ثاقب دریافت ہوئے اور قرین قیاس یہ ہے کہ: قوم عاد پر جب عذاب نازل ہوا تو سردیوں کا زمانہ تھا ایک بہت بڑا شہاب ثاقب اور اس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے شہاب ثاقب قوم عاد کی رہائش سے کچھ فاصلہ پر گرے جس سے بہت زبردست زلزلے کے جھٹکے محسوس ہوئے، گرد و غبار اٹھنے لگا گھروں میں سوئے ہوئے لوگ زلزلے کی آوازوں سے گھروں سے نکل کر میدان میں آگئے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ:

وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ○ مَا تَذَرُ مِن شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ۔ یعنی اور ترجمہ: "قوم عاد میں بھی حیرت انگیز نشانیاں ہیں جب ہم نے ان پر رحمت سے خالی آندھی بھیجی جو کسی چیز کو نہیں چھوڑتی تھی وہ جس پر سے بھی گزرتی اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی۔ (19)"
اب اس آیت میں لفظ رمیم استعمال کیا گیا ہے کیونکہ جب گھاس سوکھ کر چور چور ہو جائے تو اس کو 'رمیم' اور 'ہشیم' کہا جاتا ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ: جو چیز بوسیدہ ہو کر ہلاک ہو جائے اس کو 'رمیم' کہتے ہیں اسی حوالے سے ابو العالیہ کہتے ہیں کہ: جن پتھروں کو کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے اس کو 'رمیم' کہتے ہیں جبکہ قطرب نے کہا کہ: 'رمیم' کے معنی راکھ کہ ہیں اسی طرح سے جو ہڈی بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے اس کو بھی 'رمیم' کہتے ہیں للذا اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ: اس تند و تیز آندھی نے قوم عاد کے اجسام کو توڑ پھوڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا۔

شہاب ثاقب

شہاب ثاقب جب زمین کی حدود اور فضاء میں داخل ہوتے ہیں تو ان کی رفتار بہت تیز ہو جاتی ہے شہاب ثاقب ہوا میں رگڑ کھانے کی وجہ سے جلنے لگتے ہیں جبکہ بہت چھوٹے شہاب ثاقب اکثر جل کر ہوا ہی میں ختم ہو جاتے ہیں اور زمین تک پہنچ بھی نہیں پاتے البتہ بہت بڑے بڑے شہاب ثاقب زمین تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جن کے گرنے سے شدید دھماکے ہوتے ہیں ان دھماکوں سے زلزلے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے یہ شہاب ثاقب کئی دنوں کے بعد ٹھنڈے ہوتے ہیں شہاب ثاقب میں شدید حرارت کی وجہ سے ہوا گرم ہو جاتی ہے جب یہ گرم ہوا اوپر کی جانب اٹھتی ہے تو زمین پر ہوا کا دباؤ کم ہو جاتا ہے اور زمین میں خلاء بڑھ جاتا ہے پھر یہ دباؤ اتنا کم ہو جاتا ہے کہ ہوا بہت تیزی کے ساتھ خالی جگہ کو پر کرنے کے لئے خلاء میں داخل ہو جاتی ہے چونکہ یہ عذاب الٰہی قوم عاد پر سردیوں کے موسم میں آیا تھا للذا تیز سرد ہوائیں چلنے لگیں جس کی وجہ سے شہاب ثاقب کو ٹھنڈا ہونے میں کم و بیش ایک ہفتہ سے زیادہ کا وقت لگا اسی لئے سرد ہوا سات دن اور آٹھ راتوں تک چلتی رہی۔ قوم عاد نہایت تندرست و توانا اور بڑے قد آور لوگ تھے جب انہیں ان سرد طوفانی ہواؤں نے اٹھا، اٹھا کر پٹخنا شروع کیا تو ان

کی ہڈیاں کھجور کے بکھرے ہوئے تنے کی مانند ہو گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "میری مدد صبا سے کی گئی ہے جبکہ قوم عاد کو دبور سے ہلاک کیا گیا ہے۔ (20) جو ہوا مشرق سے مغرب کی طرف چلے اس کو صبا کہتے ہیں جبکہ جو ہوا مغرب سے مشرق کی جانب چلے اس کو دبور کہا جاتا ہے۔ (21)

ارشاد خداوندی ہے کہ :ترجمہ: "اور قوم عاد میں عبرت ہے جب ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیجی جو کسی چیز کو خالی نہیں چھوڑتی تھی وہ جس پر سے بھی گزرتی تھی اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی تھی۔" (22)

رمیم، یعنی: ریزہ ریزہ کرنے والی۔

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ: قرآن کریم میں اکثر مقامات پر 'ریح' کا لفظ ضرر پہنچانے والی آندھی کے لئے جبکہ 'ریاح' کا لفظ نفع پہنچانے والی اور ابر برسانے والی ہواؤں کے لئے آیا ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ یہ دعا کرتے تھے کہ: "اے اللہ! تو اس آندھی کو ریاح بنادے ریح نہ بنا۔" (23) حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ: جب رسول اللہ ﷺ آسمان پر بادل دیکھتے تو آپ ﷺ ہر کام چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے اور یہ دعا کرتے: "اے اللہ! میں اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔" اور اگر بادل چھٹ جاتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد ثناء فرماتے اور کہتے کہ: "اے اللہ! اس کو نفع پہنچانے والا پانی بنادے۔" (24) اسی طرح سے حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ جب بادل گرجنے اور بجلی کڑکنے کی آواز سنتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! ہمیں اپنے غضب اور عذاب سے ہلاک نہ کر اور ہمیں اپنی عافیت میں رکھ۔ (25)

قوم عاد پر آندھی کے عذاب کی کیفیت

مفسرین نے بیان کیا ہے کہ بہت دنوں سے قوم عاد پر بارش نہیں ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سیاہ بادل بھیجے وہ بادل جب ان کی وادی کی جانب آنے لگے تو ان بادلوں کو دیکھ کر وہ خوش ہوگئے اور کہنے لگے کہ: یہ بادل تو ہم پر برسنے کے لئے آئے ہیں۔ حضرت ہودؑ اپنی قوم کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے آپ نے ان بادلوں کو دیکھ کر فرمایا کہ: نہیں یہ عذاب ہے جس کو تم لوگوں نے بہت جلد طلب کیا ہے پھر بہت زور کی آندھی چلنے لگی جس میں دردناک عذاب تھا حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے آندھی اتنی تیز تھی کہ اس کی شدت سے خیمے اکھڑ گئے، پھر اس کی شدت سے وہ لوگ اور ان کے مویشی زمین اور آسمان کے درمیان پرندوں کی طرح اڑنے لگے پھر زمین پر گرنے لگے پھر وہ لوگ خوف زدہ ہو کر اپنے گھروں میں گھس گئے اور اپنے گھروں کے دروازوں کو بند کر لیا لیکن اس آندھی نے ان کے گھروں کے دروازوں کو توڑ ڈالا اور ان کو اوندھا کر دیا اللہ تعالی نے ہوا کو حکم دیا کہ: ریت سے انہیں ڈھانپ دیا جائے چنانچہ اس سات راتیں اور آٹھ دن اس زور کی آندھی چلی کہ وہ اس ریت میں دفن ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا اور وہ اس زور سے چلی کہ ان کے جسموں پر سے ریت ہٹ گئی اور ہوا نے انہیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا اللہ تعالیٰ اس عذاب کی کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کر رہے ہیں کہ:

> ترجمہ: "یہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو برباد کر دے گی پھر وہ اس طرح سے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ہم مجرموں کو اسی طرح سے سزا دیتے ہیں اور بے شک ہم نے ان کو ان چیزوں پر اقتدار عطا کیا تھا جن چیزوں پر تمہیں قدرت دی ہے اور ہم نے ان کے کان، آنکھیں اور دل بنائے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے دل ان کے کسی کام نہ آسکے کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور اس عذاب نے ان کا احاطہ کر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ (26)"

مسروق بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: حضرت جبرائیلؑ آئے اور انہوں نے کہا کہ: بدھ کا دن ہمیشہ منحوس ہوتا ہے لیکن امام ابن جوزی اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں بدھ کا دن کفار، فساق، فجار اور مفسدین پر منحوس ہوتا ہے اور مسلمانوں اور نیک لوگوں پر منحوس نہیں ہوتا ہے، کیونکہ ان ایام میں عاد پر آندھی چل رہی تھی جو ان کو ہلاک کر رہی تھی، لیکن ان ہی ایام میں ہود علیہ السلام اور دیگر مومنین بھی موجود تھے لیکن ان صالحین کے لئے یہ آندھی ضرر کا سبب نہ بنی۔ ارشادات خداوندی ہیں کہ:

ترجمہ: "سو ہم نے تند و تیز آندھی منحوس ایام میں بھیج دی تاکہ انہیں دنیا کی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزا چکھادیں۔ (27)"

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ: جب رسول اللہ ﷺ آسمان پر بادل دیکھتے تو آپ ﷺ گھبرا جاتے کبھی باہر اور کبھی اندر آتے اور جب وہ بادل برس جاتا تو آپ ﷺ کی گھبراہٹ دور ہو جاتی پھر آپ ﷺ فرماتے کہ: مجھے از خود پتا نہیں ہے شاید کہ یہ بادل وہی ہو جیسا کہ قوم عاد کے متعلق اللہ نے فرمایا کہ:

پھر جب انہوں نے اس عذاب کو بادل کی طرح اپنی طرف وادیوں میں دیکھا تو انہوں نے کہا کہ: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے۔ (28)

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: میری باد صبا (مشرق سے چلنے والی ہوا) سے مدد کی گئی ہے جبکہ قوم عاد کو باد دبور (مغرب سے چلنے والی ہوا) نے ہلاک کر دیا تھا (29)۔ ارشادات خداوندی ہیں:

- ترجمہ: "اور ہم اس سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو ساز و سامان اور شان و شوکت میں ان سے بہت بڑھ کر تھیں۔ (30)
- ترجمہ: "کیا انہوں نے زمین میں سفر کر کے اپنے سے پہلی قوموں کا حال نہیں دیکھا؟ جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں بھی زیادہ تھے اور انہوں نے زمین میں بہت یادگاریں چھوڑی تھیں سو ان کے کئے ہوئے کام ان کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکے۔ (31)
- ترجمہ: "اسی طرح سے ہم نے ہر بستی میں اس کے بڑے بڑے مجرم پیدا کئے تاکہ وہ اس بستی میں فساد پھیلائیں اور جو فساد پھیلاتے ہیں وہ اپنے ہی نقصان کے لئے پھیلاتے ہیں اور وہ اس بات کو نہیں سمجھتے ہیں۔ (32)"
- ترجمہ: "اور جب تک ہم رسولوں کو نہ بھیج دیں ہم عذاب بھیجنے والے نہیں ہیں۔ (33)"

ترجمہ "اے نبی مکرم ﷺ: ہم آپ سے پہلے کتنی ہی ایسی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو اہل مکہ سے زیادہ طاقت ور تھے انہوں نے ہمارے ہلاکت آفرین عذاب سے بچنے کے لئے بہت سے شہروں میں پناہ ڈھونڈنی چاہی لیکن ان کو کسی بھی جگہ ہمارے عذاب سے پناہ نہ مل سکی۔ (34)"

آندھیوں سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی احادیث

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: آندھی اللہ تعالیٰ کے خوشی کے آثار سے ہے آندھی رحمت کو بھی لاتی ہے اور آندھی عذاب کو بھی لاتی ہے تم آندھی کو برا نہ کہو اور اللہ تعالیٰ سے اس کے خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ کو طلب کرو۔ (35)

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے آندھی پر لعنت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: آندھی پر لعنت نہ کرو کیونکہ یہ اللہ کے حکم کے تابع ہے اور جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو لعنت کی اہل نہ ہو تو لعنت اس شخص کی طرف لوٹ آتی ہے۔ (36)

حضرت ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: آندھی کو برا نہ کہو اور جب تم کوئی ناگوار چیز دیکھو تو کہو: اے اللہ ہم تجھ سے اس آندھی کی خیر کا سوال کرتے ہیں اور جو اس میں خیر ہے اس کا سوال کرتے ہیں اور جس چیز کا اس کو حکم دیا گیا ہے اس کی خیر کا سوال کرتے ہیں اور ہم اس آندھی کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں اور جو شر اس میں ہے اور جس شر کا اس کو حکم دیا گیا ہے اس سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔ (37)

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ : جب بھی آندھی چلتی تو رسول اللہ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے اور یہ دعا کرتے کہ : اے اللہ ! اس آندھی کو رحمت بنادے اور اس کو عذاب نہ بنا۔ اے اللہ ! اس کو ریاح (خوشگوار) بنادے اس کو ریح (ناگوار آندھی) نہ بنا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ : قرآن کریم میں آندھی کے متعلق یہ آیات ہیں :

- ترجمہ : "بے شک ہم نے ان پر (ان کے حق میں) منحوس دن میں تیز لگاتار چلنے والی آندھی بھیجی۔(38) "
- ترجمہ : "کیا تم نے نہیں دیکھا کہ : تمہارے رب نے اونچی عمارتوں والے عاد ارم سے کیا سلوک کیا۔(39) "

قوم عاد پر بدھ کی شام کو سخت سرد آندھی چلنی شروع ہوئی پھر لگاتار سات راتیں اور آٹھ دن چلتی رہی یہ آندھی گھروں میں بند انسانوں کو ان کے گھروں کے دروازے توڑ کر اٹھاتی اور انہیں زمین پر اس طرح پٹختی کہ ان کے سر دھڑ سے الگ ہو جاتے اس آندھی کو دبور کہا جاتا ہے قوم عاد دراز قد اور مضبوط قد کاٹھ کے، قوی ہیکل افراد تھے (قوم عاد نے کہا کہ : ہم سے زیادہ بدنی قوت والا کون ہے؟)(40) وہ پہاڑوں میں گھر بناتے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام انہیں اللہ کے غضب سے ڈراتے مگر وہ بعض نہ آتے اور غرور و تکبر میں ڈوبے رہتے تب اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی۔

گرد بار (Twister Tornado)

گرد بار ہوا کو آندھی یا طوفان بھی کہتے ہیں اس میں گردش کرنے والی ہوا کی رفتار ۳۰۰ میل فی گھنٹہ ہوتی ہے جبکہ ایک سمت میں چلنے کی رفتار ۵۰ میل فی گھنٹہ تک ہوتی ہے یہ طوفان اتنے شدید ہوتے ہیں کہ مکانوں کی چھتیں اڑ جاتی ہیں پکے مکانات زمین بوس ہو جاتے ہیں بڑے بڑے ٹریلرز کو یہ ہوائیں میلوں دور پھینک دیتی ہیں حتیٰ کے جانور تک ہوا میں اڑنے لگ جاتے ہیں اس طوفان میں بجری یا پتھر راکٹ کی رفتار سے حرکت کرتے ہیں جس کی زد میں آنے والی ہر شے تباہ و برباد ہو جاتی ہے جاندار ملبے میں دب کر مر جاتے ہیں ان طوفانوں کے ساتھ عام طور پر بارش بھی ہوتی ہے جس سے مٹی کیچڑ میں تبدیل ہو جاتی ہے بعض طوفان کڑک اور بجلی کی چمک کے ساتھ آتے ہیں جبکہ بجلی کی چمک اتنی شدید ہوتی ہے کہ بڑے بڑے محلات اور درخت زمین بوس ہو جاتے ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق ! ایک طوفان میں تقریباً ۵۰ سے ۱۰۰ مرتبہ بجلی چمکتی ہے متوسط قسم کے طوفان بادوباراں میں دس ایٹم بم کے برابر طاقت ہوتی ہے جبکہ بجلی کے ایک فلیش میں میں اتنا کرنٹ ہوتا ہے کہ چھوٹے شہر میں ایک سال کی بجلی کی ضروریات پوری ہوسکے، ایک فلیش میں تقریباً ۳،۰۰۰ (ایمپیر یئر کرنٹ) جبکہ اس کا فلو ۶۰،۰۰۰ فارن ہائیٹ تک ریکارڈ کیا گیا ہے جو کہ سورج میں پیدا ہونے والی گرمی سے بھی زیادہ ہے لہٰذا درجہ حرارت کی اسی زیادتی کے سبب ہوا کی آواز اور رفتار تیز ہو جاتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ :

ترجمہ : "ان ہواؤں کی قسم جو مسلسل بھیجی جاتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی قسم جو بہت تیز چلتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی قسم جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو حق و باطل کو جدا کرنے والے ہیں۔(41) "

۲۔ قوم ثمود

قوم ثمود کے واقعے میں بھی عبرت انگیز نشانیاں موجود ہیں جب ان سے کہا گیا کہ : تم ایک عارضی مدت تک فائدہ اٹھالو تو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سر کشی کی تو ان کو ایک ہولناک کڑک نے پکڑ لیا اور وہ دیکھ رہے تھے۔ پس وہ نہ کھڑے ہو سکتے تھے اور نہ ہی کسی سے مدد حاصل کر سکتے تھے۔(42)

اور قوم ثمود میں بھی عبرت کی نشانیاں ہیں ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ کی عبادت اور توحید کا پیغام دے کر بھیجا گیا تھا ان کے مطالبہ پر ایک پتھر کی چٹان سے اونٹنی نکال کر حضرت صالح علیہ السلام کی نبوت پر دلیل قائم کی گئی پھر ان سے کہا گیا تھا کہ اس اونٹنی کا احترام کریں مگر انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ کر اس کو گرا دیا اور بعد ازاں اس کو قتل کر دیا حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں عذاب کی وعید سنائی کہ تم تین دن اپنے گھروں میں گزار لو پھر تم کو عذاب سے ہلاک کر دیا جائے گا تین دن کے بعد ان کو ایک کڑک نے آلیا اور وہ سب ہلاک کر دئے گئے۔

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر جب بھی 'صاعقہ' کا لفظ آیا ہے تو اس سے مراد مہلک عذاب کے ہی ہیں جبکہ اس کے ایک معنی کڑک کے بھی ہیں جس وقت ان پر عذاب آیا وہ اس کو دیکھ رہے تھے لیکن اس کے سامنے اٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور جس وقت وہ عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے اس وقت ان کی مدد کو کوئی بھی نہ آیا۔ارشاد خداوندی ہے کہ:

ترجمہ: "آپ انہیں بتادیجئے کہ: ان کے اور اونٹنی کے درمیان پانی تقسیم کیا گیا ہے، لہٰذا ہر ایک اپنے پانی کی باری پر حاضر ہوگا۔ (43)"

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ: جس دن ثمود پانی پیتے تھے اس دن اونٹنی بالکل پانی نہیں پیتی بلکہ وہ ان کو اپنا دودھ پلاتی اور یہی وجہ تھی کہ وہ بہت عیش وآرام میں تھے اور جس دن اونٹنی کی باری ہوتی تو وہ سارا پانی پی جاتی اور ان کے لئے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں بچتا۔
حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ: جب ہم غزوہ تبوک میں مقام حجر میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اے لوگو! معجزات کا سوال نہ کیا کرو کیونکہ یہ صالح علیہ السلام کی قوم تھی جس نے اپنے نبی سے سوال کیا تھا کہ کوئی معجزہ دکھائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اونٹنی بھیج دی پس وہ اس راستہ سے آتی اور اپنی باری پر ان کا تمام پانی پی جاتی اور اس دن وہ اس اونٹنی سے اتنا دودھ دوھ لیتے جتنا وہ اس دن پانی پیتے تھے پھر وہ اونٹنی اسی راستے سے واپس چلی جاتی لیکن انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اس کے بعد انہیں ایک ہولناک چیخ نے پکڑ لیا اور آسمان کے نیچے ان میں سے کوئی نہ بچا سوائے ایک شخص کہ جو کہ اللہ کی حرم میں تھا۔لوگوں نے پوچھا کہ: یارسول اللہ ﷺ وہ کون سا شخص تھا؟ توآپ ﷺ نے فرمایا کہ: وہ ابورغال تھا لیکن جب وہ حرم سے نکلا تو اس پر بھی وہ عذاب الٰہی آگیا جو اس کی قوم پر آیا تھا۔(44)ارشاد خداوندی ہے کہ:

ترجمہ: "سوانہوں نے اپنے صاحب کو پکارا تو (اس نے اونٹنی کو پکڑ کر) اس کی کونچیں کاٹ دیں پس کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا۔(45)"

امام محمد بن اسحاق نے کہا کہ! پس وہ شخص اونٹنی کے آنے کے راستے میں ایک درخت کی جڑ میں گھات لگا کر بیٹھ گیا پھر تاک کر اونٹنی کی پنڈلی کے پٹھوں میں تیر مارا پھر تلوار سے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں اور اس اونٹنی کو ذبح کر دیا جبکہ اس اونٹنی کا بچہ پہاڑ کی چوٹی کی طرف بھاگ گیا اور پھر وہ بچہ وہیں کہیں غائب ہوگیا، اس کے بعد جب حضرت صالح علیہ السلام آئے اور انہوں نے دیکھا کہ اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی گئیں ہیں اور اس کو ذبح کر دیا گیا ہے تو وہ رونے لگے اور کہا کہ: تم نے اللہ کی حدود کو توڑ دیا ہے پس تمہیں اللہ کے عذاب کی بشارت ہو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے نافرمان قوم کو بتا دیا کہ اب مہلت ختم ہو گئی ہے۔اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے کہ: (ترجمہ): "تب کہا کہ: برت لو اپنے گھروں میں تین دن یہ وعدہ ہے جھوٹا نہ ہوگا۔(46)"

قوم ثمود پر بجلی کا عذاب

پہلے روز خوف سے سب کے چہرے زرد پڑ گئے، اور دوسرے روز ڈر اور شدید خوف سے سب کے چہرے سرخ ہو گئے جبکہ تیسرے روز دہشت کا یہ عالم تھا کہ ان سب کے چہرے سیاہ ہو گئے تین دن کے بعد بجلی کی چمک اور کڑک سے آل ثمود پر عذاب نازل ہوا، سوائے حضرت صالح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے افراد کے پوری قوم ہلاک ہو گئی، عذاب سے بچ جانے والے یہی لوگ ثمود ثانیہ کہلاتے ہیں۔ان کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے کہ:

ترجمہ: "اور پکڑا ان ظالموں کو چنگھاڑ نے، پھر صبح کو وہ رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے، جیسے کبھی بھی رہے نہ تھے ان میں سن لو: ثمود منکر ہوئے اپنے رب سے اور سن لو: پھٹکار ہے ثمود پر۔(47)"

قرآن کریم نے قوم ثمود کو کھجور کے بوسیدہ تنوں سے تشبیہ دی ہے جو سوکھ کر جھڑ جاتی ہے اور جانوروں کی آمد و رفت سے پامال ہو کر برادہ راہ بن جاتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ:

ترجمہ : "یقیناً واقع ہونے والی گھڑی ! کیا چیز ہے یقیناً واقع ہونے والی گھڑی ؟ اور تم کیا جانو کہ یقیناً واقع ہونے والی (قیامت) کیسی ہے ؟ ثمود اور عاد نے اس اچانک ٹوٹ پڑنے والی آفت کو جھٹلادیا، تو ثمود ایک سخت حادثہ سے ہلاک کئے گئے اور عاد ایک بڑی شدید طوفانی آندھی سے تباہ کر دئے گئے، اللہ تعالی نے مسلسل سات رات اور آٹھ دن ان پر عذاب مسلط رکھا (تم وہاں ہوتے تو دیکھتے) کہ وہ وہاں اس طرح بکھرے پڑے تھے ترجمہ : " جیسے کھجور کے بوسیدہ تنے ہوں۔ اب تمہیں ان میں سے کوئی باقی بچا نظر آتا ہے ؟ (48) "

ترجمہ : "پھر جب حکم پہنچا ہمارا تو بچادیا ہم نے صالح علیہ السلام کو اور جو یقین لائے آخرت پر۔ (49) "

صبح کے سورج نے شہر میں ہر طرف تباہی اور بربادی دیکھی بڑے بڑے عالیشان محل کھنڈر بن چکے تھے سرسبز باغوں کا نام و نشان تک باقی نہ تھا، حجر کا پر رونق علاقہ ٹوٹ پھوٹ کر آثار قدیمہ کا منظر پیش کر رہا تھا قوم کی ہلاکت کے بعد حضرت صالح علیہ السلام اپنے حواریوں کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کر گئے جب عذاب کی وجہ سے آپ تباہ حال بستی سے گزرے اور انہوں نے جگہ جگہ بکھری ہوئی لاشوں کو دیکھا تو نہایت افسوس کے ساتھ ہلاک شدگان کو مخاطب کرکے کہ کہا کہ :

اے میری قوم ! بلاشبہ میں نے اپنے پروردگار کا پیغام تم کو پہنچا دیا اور تم کو نصیحت کی، لیکن تم نصیحت کرنے والوں کو دوست نہ رکھتے تھے۔ (50)

فلسطین کے علاقہ رملہ کے قریب کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ مکہ ہجرت کر گئے اور وہیں آپ کا انتقال ہوا جبکہ حرم کعبہ کے اندر کعبہ کے مغربی سمت میں آپ مدفون ہیں۔ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ : جس شخص نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اس کا رنگ سرخ جبکہ اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور اس کا نام قدار بن سالف تھا۔ قوم ثمود کی تباہی کے حوالے سے ارشاد خداوندی ہے کہ :

ترجمہ : " بے شک ہم نے ان پر ایک ہولناک آواز بھیجی تو وہ باڑ بنانے والے کی گھاس کی طرح چورا چورا ہو گئے۔ (51) "

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ : رسول اللہ ﷺ نے اصحاب الحجر کے متعلق فرمایا کہ : اس قوم کے پاس سے سوائے روتے ہوئے نہ گزرنا اگر تم رونہ سکو تو پھر ان کے پاس سے نہ گزرنا ورنہ تم پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہوگا جیسا ان پر نازل ہوا تھا۔ (52) حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ : رسول اللہ ﷺ وادی الحجر میں ٹھہرے جو قوم ثمود کی سرزمین ہے مسلمانوں نے ان کے کنویں سے پانی پیا اور اس کنویں کے پانی سے آٹا گوندھا جب رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ : جو پانی نکالا گیا ہے اس کو الٹ دو اور جو آٹا گوندھا گیا ہے اس کو اونٹوں کو کھلا دو پھر آپ ﷺ نے انہیں یہ حکم دیا کہ : اس کنویں سے پانی نکالیں جس کنویں پر حضرت صالح کی اونٹنی آیا کرتی تھی۔ (53)

العلا اور الحجر

عذاب الٰہی سے ہلاک ہونے والے آل ثمود ڈیڑھ ہزار گھرانوں پر مشتمل تھے جبکہ حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ بچ جانے والوں کی تعداد ایک سو بیس بتائی جاتی ہے عبرت کے لئے ثمود کی عمارتوں میں سے اب بھی کچھ باقی ہیں مدینہ طیبہ اور تبوک کے درمیان حجاز کے مشہور مقام العلاء (جسے عہد نبوی میں وادی القریٰ کہتے تھے) سے چند میل دور شمال کی طرف ثمود کی تباہی کے آثار موجود ہیں، العلاء اب بھی سرسبز و شاداب وادی ہے جبکہ الحجر کے گرد و پیش تباہی اور نحوست کے آثار موجود ہیں ہر طرف ایسے پہاڑ ہیں جو سطح زمین پر دھنکی ہوئی روئی کی مانند ہیں یہ تقریباً ۴۰۰ میل لمبا اور ۱۰۰ میل چوڑا علاقہ ہے جسے ایک عظیم زلزلے نے ہلا کر رکھ دیا۔

محققین نے یہ تحقیق کی ہے کہ : ثمود کی تباہی ایک آتش فشاں پہاڑ کے پھٹنے سے ہوئی جس کے لاوے کے نشانات آج بھی مدائن صالح کے مغرب میں موجود ہیں۔

چنگھاڑ یا صور آواز کی ایسی لہر ہے جو انفرادی شعور کی سکت سے زیادہ ہے، تیز اور کرخت آواز جب چنگھاڑ بنتی ہے تو وہ دراصل ایسی آوازوں اور لہروں کا مجموعہ ہوتی ہے جو انسان کی زندگی میں کام کرنے والی لہروں کو درہم برہم کر دیتی ہے جس کے نتیجے میں ہر ذی شعور بکھر کر رہ جاتا ہے اور انسان سوکھے ہوئے بھس کی مانند ہو جاتا ہے پھر جب یہ لہری نظام ٹوٹ جاتا ہے تو زندگی موت میں تبدیل ہو جاتی ہے، دراصل چنگھاڑ آواز

کی ایک ایسی لہر ہے جو سماعت کے سسٹم کو توڑ دیتی ہے اور سسٹم کا ٹوٹنا حواس کا ٹوٹنا ہے عام حالات میں بھی ہم یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ کسی جگہ اگر تیز دھماکہ ہو جائے تو وقوعہ پر موجود اکثر افراد حس سماعت سے محروم ہو جاتے ہیں جبکہ بسا اوقات انسانی کان کے پردے پھٹنے کے ساتھ ساتھ بے شمار دماغی اور نفسیاتی عوارض بھی لاحق ہو جاتے ہیں۔

وادی حجر اور دیگر ممنوعہ علاقوں میں نماز پڑھنے سے متعلق فقہاء کرام کی رائے ۔۔۔۔ قاضی ابو بکر ابن العربی (متوفی ۵۴۳ھ) نے کہا کہ: وادی الحجر میں نماز پڑھنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالی کی ناراضگی اور اس کا عذاب نازل ہوا جبکہ یہاں کی مٹی سے تیمّم اور یہاں کے کنویں سے وضو کرنا بھی جائز نہیں ہے، اسی حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے اصحاب حجر کے متعلق فرمایا کہ: ان عذاب دی ہوئی قوم پر سے روئے بغیر نہ گزرنا اور اگر تم رونہ سکو تو پھر یہاں سے ہر گز نہ گزرنا، کہیں تم کو بھی ان کی مثل عذاب نہ پہنچے۔(54)

جبکہ ایک دوسری روایت میں جب رسول اللہ ﷺ کا گزر اصحاب حجر (قوم ثمود) پر سے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جن لوگوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ان کے پاس سے روئے بغیر نہ گزرنا کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آئے جو انہیں آیا پھر آپ ﷺ نے اپنی سواری کو ڈانٹ کر جلدی آگے بڑھایا حتیٰ کہ حجر پیچھے رہ گیا۔(55)

۳۔ قوم لوط

حضرت لوط علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر اور ان کے رشتے کے بھائی تھے عہد نامہ قدیم میں حضرت لوط علیہ السلام کے شہر کو سدوم کہا گیا ہے تحقیقات کے مطابق: یہ شہر بحیرہ احمر کے شمال میں واقع ہے جبکہ قرآن کریم اور آثار قدیمہ کے مطالعے سے موجودہ دور میں اس شہر کا محل وقوع اسرائیل اور اردن کے سرحد کے ساتھ کا علاقہ کہ جس کو بحیرہ مردار کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم ہم جنس پرست تھی اور یہ قبیح فعل اس سے پیشتر کبھی کسی قوم نے نہ کیا تھا لہٰذا روئے زمین پر اس قبیح فعل کو سب سے پہلے قوم لوط نے ہی متعارف کروایا، حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں بارہا سمجھایا لیکن وہ اپنی عادات پر قائم رہے۔ اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں کہ:

ترجمہ: "اور جب لوطؑ نے اپنی قوم سے یہ کہا کہ: تم بے حیائی کے کام کرتے ہو جو تم سے پہلے کبھی کسی نے دنیا میں نہیں کیے۔(56)"

ترجمہ: "کیا تم مردوں سے بد فعلی کرتے ہو اور (آفرینش نسل کی) راہ منقطع کرتے ہو اور اپنی محفلوں میں بُرے کام کرتے ہو تو اس کے جواب میں ان کے پاس اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ یہ کہہ اٹھے کہ: اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ کا قہر نازل کر دو۔(57)"

(چنانچہ لوطؑ نے) عرض کیا کہ: اے میرے رب! ان مفسد لوگوں کے خلاف میری مدد فرما۔(58)

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ نَّجَّيْنَاهُم بِسَحَرٍ ۔(59)

ترجمہ: "لوط کی قوم نے عذاب سے ڈرانے والے رسولوں کی تکذیب کی، پھر ہم نے ان پر پتھروں سے لدی ہوئی ہوا چلا دی بجز لوط کے گھر والوں کے ہم نے ان کو اخیر شب میں بچا لیا۔"

اس آیت میں 'حاصب' کا لفظ ہے جس کے معنی وہ تیز ہوا جو کہ کنکریاں برساتی ہو یعنی پہلے ان کی بستیوں کو الٹ دیا گیا پھر ان پر تیز ہوا جن میں کنکریاں بھی شامل تھیں اس کی بارش کی گئی۔

ترجمہ: "فرشتوں نے کہا کہ: بے شک ہمیں ایک مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ ہم ان پر مٹی سے بنے ہوئے پتھر برسائیں جو پتھر آپ کے رب کی طرف سے نشان زدہ تھے یہ ان کے لئے ہے جو حد سے گزرنے والے ہیں۔(60)"

ایک قول ہے کہ وہ پتھر سیاہ یا سفید دھاری دار تھے جبکہ ایک دوسرے قول کے مطابق ! وہ پتھر سیاہ اور سرخ دھاری دار تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ پتھر عذاب نازل کرنے کے لئے معروف تھے اس کے ساتھ ہی یہ روایت بھی ہے کہ ہر پتھر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جس شخص کو جا کر وہ پتھر لگنا تھا۔

ترجمہ : "پس طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ایک چنگھاڑ نے آپکڑا پھر ہم نے اس بستی کو تہہ و بالا کر دیا اور آسمان سے ان پر پتھر برسائے اور بے شک اس میں اہل فراست کے لئے بڑی نشانیاں ہیں اور (آج بھی مکہ سے شام کی) سیدھی راہ پر وہ بستی واقع ہے۔ (61)"

ترجمہ : "بے شک انہوں نے لوط سے ان کے مہمانوں کو طلب کیا تو ہم نے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں پس میرے عذاب اور میرے ڈرانے کامزا چکھو۔ (62)"

روایت ہے کہ : فرشتے حسین لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس مہمان بن کر آئے تھے لہٰذا حسین لڑکوں کو دیکھتے ہی ان کی قوم کے اوباش لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ : ان لڑکوں کو ہمارے حوالے کر دیں، لیکن حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں اپنی قوم کے حوالے نہ کیا جس کے نتیجے میں ان کی قوم کے بدکار نوجوانوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کا دروازہ توڑ ڈالا اور ان کے گھر میں جا گھسے، حضرت جبرائیلؑ نے ان کے اوپر اپنا پر مارا جس سے وہ سب اندھے ہو گئے جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق : ان کی آنکھوں کی جگہ سپاٹ ہو گئی اور آنکھوں کی جگہ کوئی گڑھا نہ رہا اسی طرح سے بعض راویوں کے نزدیک ان کی آنکھیں تو تھیں پر انہیں اس سے کچھ نظر نہیں آتا تھا پھر اللہ تعالی نے انہیں عذاب کامزہ چکھایا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے کہ :

ترجمہ : "بے شک انہیں طے شدہ عذاب نے علی الصبح تباہ کر دیا۔ (63)"

ترجمہ : "پھر جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے اس بستی کا اوپر کا حصہ نیچے کر ڈالا اور ان پر مسلسل پتھر برسائے تہہ بہ تہہ (یہ پتھر) آپ کے پروردگار کے یہاں سے نشان لگے ہوئے تھے۔ (64)"

قوم لوط کا یہ واقعہ جو قرآن کریم میں مذکور ہے آج سے اندازاً ۱۸۰۰ قبل مسیح میں پیش آیا یہ وہ عذاب تھا جو دنیا میں ان پر مسلسل جاری رہا اور اس عذاب نے ان کی بستی کے نچلے حصہ کو اوپر اور اوپر کے حصہ کو نیچے کر دیا جبکہ ایک روایت کے مطابق ! فرشتوں نے اللہ کے حکم سے اس بستی کو اوپر کی جانب بہت بلندی پر اٹھایا اور پر الٹا کر کے زمین پر پٹخ دیا۔

جبکہ ایک معروف جرمن ماہر آثار قدیمہ ورنر کیلر کے مطابق : وادی سدوم بشمول سدوم و گموراہ، اور اس علاقے میں پھیلی ہوئی گہری کھائی اس جانب ایک واضح اشارہ ہے کہ : ماضی میں یہاں واقع ایک شہر کو زمین کی انتہائی گہرائی میں دھنسا دیا گیا شاید یہ تباہی کسی خوفناک زلزلے کے نتیجے میں آئی ہو کیونکہ یہ علاقہ جہاں کے یہ وادی موجود ہے وہ زمین کی اس انتہائی حساس پٹی پر واقع ہے کہ جہاں بے حد خطرناک زلزلے کسی بھی وقت آسکتے ہیں یا پھر ماضی میں آتے رہے ہیں۔ (65)

پھر آیت میں یہ بھی کہا گیا کہ : ان پر مسلسل پتھر برسائے گئے ماہرین آثار قدیمہ کے مطابق : اور خود ورنر کیلر اپنی کتاب میں یہ لکھتے ہیں کہ : بشان کے قریب اردن کی بالائی وادی میں اب بھی ایسے ختم شدہ آتش فشانی بلند و بالا دھانے موجود ہیں کہ جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ : ماضی بعید میں یہاں شدید نوعیت کے زلزلے اور پوری قوت سے آتش فشاں پہاڑ پھٹے ہوں گے۔ (66) کیونکہ قرآن کریم کے بیان اور ارضیاتی کیفیات اسی جانب واضح اشارے پیش کر رہی ہیں پھر بات یہیں ختم نہیں ہوئی بلکہ ماہرین ارضیات کے مطابق : بحیرہ مردار یا حضرت لوط علیہ السلام کی جھیل کو انگریزی زبان میں Dead sea بھی کہا جاتا ہے اور یہ زمین کا انتہائی نچلا حصہ مانا جاتا ہے گو کے دنیا کے وہ تمام حصے جو نچلی ترین سطح پر سمجھے جاتے ہیں ان کی سطح سمندر سے زیادہ سے زیادہ گہرائی ۱۰۰ میٹر مانی جاتی ہے جبکہ بحیرہ مردار کی سطح، سطح سمندر سے ۸۰۰ میٹر نیچے ہے اس اعتبار سے یہ دنیا کا انتہائی نچلا حصہ ہے جبکہ اس جھیل کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ : اس کے پانی کی کثافت ۳۰ فیصد ہے اس پانی میں نمک کے بڑے بڑے گلیشیرز پائے جاتے ہیں جس میں کسی بھی قسم کی ذی روح کا زندہ رہنا انتہائی محال ہے۔

وَكَم مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ قَآئِلُونَ۔ فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا إِلاَّ أَن قَالُواْ إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ۔ (67)

ترجمہ: "یعنی ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا، پس ان پر ہمارا عذاب اچانک رات کے وقت آیا یا پھر دوپہر کے وقت جبکہ وہ سو رہے تھے، جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو اس وقت ان کی یہی چیخ و پکار تھی کہ ہم ظالم تھے۔"

یہاں 'باس' کے معنی خوف، شدید اور جنگ میں شدت کے ہیں جبکہ علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ: 'باس' کے معنی عذاب کے ہیں۔

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّهِ لاَ تُكَلَّفُ إِلاَّ نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللّهُ أَن يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُواْ وَاللّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلاً ۔ (68)

ترجمہ: "پس (اے محبوب!) آپ اللہ کی راہ میں جہاد کیجئے، آپ کو اپنی جان کے سوا (کسی اور کے لئے) ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا اور آپ مسلمانوں کو (جہاد کے لئے) اُبھاریں، عجب نہیں کہ اللہ کافروں کا جنگی زور توڑ دے، اور اللہ گرفت میں (بھی) بہت سخت ہے اور سزا دینے میں (بھی) بہت سخت۔"

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: کوئی قوم اس وقت تک عذاب سے ہلاک نہیں ہوئی جب تک کہ انہوں نے خود اس عذاب کا عذر بیان نہ کیا ہو راوی کہتے ہیں کہ: میں نے عبدالملک سے پوچھا کہ: یہ کس طرح سے ہو سکتا ہے؟ تو انہوں نے یہ آیت پڑھی کہ: جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو اس وقت ان کی یہی چیخ و پکار تھی کہ بے شک ہم ہی ظالم تھے۔ (69)

ایڈز

قرآن کریم نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے قصے کو غیر فطری اور غیر طبعی طرز عمل قرار دیتے ہوئے اس کو سخت ناپسندیدہ عمل قرار دیا ہے یہ اس قدر ناپسندیدہ عمل ہے کہ جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "اقتلواالفاعل والمفعلول بہ" یعنی: "دونوں (فاعل ومفعول) کو قتل کردو۔" حضرت علیؓ کی رائے ہے کہ: ایسے مجرم کو تلوار سے قتل کرکے اسے دفنانے کے بجائے اس کی لاش کو جلا دینا چاہئے، حضرت ابوبکر بھی اسی رائے سے اتفاق کرتے ہیں۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان یہ کہتے ہیں کہ: ایسے افراد کو کسی بوسیدہ عمارت کے نیچے کھڑا کردینا چاہئے اور اس عمارت کو ان کے اوپر ڈھا دینا چاہئے۔ حضرت ابن عباس کا فتویٰ یہ ہے کہ: اس علاقے کی سب سے اونچی عمارت سے ایسے شخص کو زمین پر سر کے بل پھینک دینا چاہئے اور پھر اس پر اوپر سے پتھر بھی برسانے چاہئے۔

امام شافعی، امام زہری، امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام شعبی کا اس بات پر اتفاق ہے کہ: ایسا مجرم چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ دونوں ہی صورتوں میں اس کو رجم (سنگسار) کی سزا دینی چاہئے۔

چونکہ یہ ایک انتہائی غیر فطری عمل ہے لہٰذا یہ انسانی جسم میں سخت تخریب پیدا کرتا ہے اور جس کے نتیجے میں انسان کو ایڈز جیسا مہلک اور ناقابل علاج مرض لاحق ہو جاتا ہے ایڈز کو Human Immune Deficiency بھی کہا جاتا ہے اور یہ ایک وائرس HIV کے ذریعے پھیلتا ہے اس مرض میں انسان کا مدافعتی نظام اس قدر کمزور ہو جاتا ہے کہ وہ نزلہ زکام جیسے معمولی امراض کا مقابلہ بھی نہیں کرپاتا اور اپنے کمزور مدافعتی نظام کی بدولت کئی چھوٹی اور بڑی بیماریوں میں مبتلا ہو کر موت کے منہ میں چلا جاتا ہے عام طور پر یہ بیماری مریض کے خون، بلغم، لعاب دہن اور Vaginal Fluid کے ذریعے لگتی اور پھیلتی ہے اور مریض کے ساتھ ساتھ اس کے گھر اور آس پاس کے افراد بھی اس کا باآسانی شکار ہو جاتے ہیں۔

۴۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم

جس طرح سے کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی بالکل اسی طرح سے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی آپ کی تکذیب کی۔

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم میں رہے، اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے کہ :

ترجمہ : "بے شک ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا پھر وہ ان میں ۵۰ سال کم ایک ہزار سال تک رہے، مگر ان کی قوم انہیں جھٹلاتی رہی پھر بلاآخر ان کو ایک طوفان نے آپکڑا، اس لئے کہ وہ ظالم تھے۔(70)"

حضرت نوح علیہ السلام کی والدہ کا نام سخابنت انوش تھا، حضرت نوح کو ابوالبشر ثانی یا آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے جبکہ حدیث میں حضرت نوح کو 'اول الرسل' بھی کہا گیا ہے، آپ کا وطن کلدانیہ یاChaldea ہے جو موجودہ عراق کا قدیم نام ہے آپ جس قوم کی طرف مبعوث کئے گئے وہ بت پرستی کے قبیح گناہ میں ملوث تھی اور انہوں نے اپنی عبادت کے لئے پانچ قوی الجثہ بت تراش لئے تھے، ایک تحقیق کے مطابق ! ان کے نام ود، سواع، یعوق، یغوث اور نسر تھے۔

ا۔ود۔۔ایک دراز قد مرد کی شکل کا۔ ۲۔ سواع۔۔ عورت کی شکل کا۔ ۳۔ یعوق۔۔ گھوڑے کی شکل کا۔ ۴۔ یغوث۔۔ شیر کی شکل کا۔ ۵۔ نسر۔۔ جبکہ نسر گدھ کی شکل کا بت تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کا یہ حال دیکھا تو انہیں اللہ کے حکم سے دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کی۔ ارشادات خداوندی ہے کہ :

بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، تو انہوں نے ان سے کہا کہ : اے میری قوم ! تم اللہ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا تمہارا کوئی بھی معبود نہیں ہے۔(71)

لیکن آپ کی قوم بت پرستی، شرک اور گمراہی میں مبتلا رہی اور آپ کی تعلیمات کا مسلسل انکار کرتی رہی ان کی قوم کے بااثر افراد کے اشارے پر آپ کو تکالیف اور اذیتیں دی جاتیں اور اوباش قسم کے نوجوان آپ کی محافل میں گھس کر اسے تہس نہس کر دیا کرتے اور ان اہل ایمان کو تنگ کیا کرتے جو آپ کے ہاتھوں پر ایمان لا چکے تھے (ایک روایت کے مطابق ! ان کی تعداد ۴۰ یا ۸۰ تھی) ان ایذا رسانی کرنے والوں میں آپ کی بیوی اور بیٹا بھی پیش پیش تھے، پھر ان کی قوم نے حضرت نوح سے کہا کہ :

ترجمہ : "پس ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ : (لوگو) یہ تمہارے جیسا ایک انسان ہی تو ہے جو تم پر برتری حاصل کرنا چاہتا ہے اور اللہ اگر نبی ہی بھیجنا چاہتا تو کوئی فرشتہ ہی اتار دیتا اور ہم نے تو اپنے باپ داداوں سے یہ نہیں سنا۔ یہ تو بس ایک دیوانہ آدمی ہے۔(72)"

"وہ بولے : اے نوح ! اگر تو نہ چھوڑے گا تو ہم تجھے سنگسار کر دیں گے۔(73) "

"پھر جھوٹا اور دیوانہ کہا ہمارے بندے کو اور جھڑک دیا۔(74)"

ان تمام باتوں کے باوجود حضرت نوح علیہ السلام نے نہایت استقامت، صبر و تحمل اور نیک نیتی سے اپنی قوم کی اصلاح کی کوششیں جاری رکھیں لیکن آپ کی قوم ایذا رسانی، ضد، باطل پرستی، ہٹ دھرمی اور اپنے آبائی دین کو چھوڑنے کے لئے کسی قیمت پر تیار نہ ہوئی۔ اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے کہ :

"اور انہوں نے کہا کہ : ہم ہر گز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑیں گے نہ ہم ود، کو نہ سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو چھوڑیں گے۔(75)"

ترجمہ : " (نوح کی قوم نے اس سے کہا کہ) تو ہم سے جھگڑ چکا اور بہت جھگڑ چکا، تو لے آوہ وعدہ اگر تو سچا ہے۔(76)"

تو اس نے (حضرت نوح علیہ السلام) اللہ سے دعا کی کہ :

"اے میرے رب ! تو میری مدد فرما انہوں نے میری تکذیب کی ہے۔(77)"

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمالی اور انہیں ایک کشتی بنانے کا حکم دیا جس کی کل پیمائش اور طریقہ کار اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی حضرت نوح علیہ السلام کو منتقل کیا گیا، ان کی قوم حیرت اور تمسخر سے کشتی کو دیکھتی اور پوچھتی کہ آخر یہ کس کام آئے گی؟ آپ انہیں بتاتے کہ ایک عظیم طوفان آئے گا اور صرف اہل ایمان ہی اس میں سوار ہو کر اپنی جان بچائیں گے۔ اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے کہ :

ترجمہ : "اۓ نوح ایک کشتی تیار کرو ہمارے روبرو اور ہمارے حکم کے مطابق اور اب ان ظالموں کے حق میں مجھ سے کوئی بات نہ کرنا بے شک یہ غرق ہو کر رہیں گے۔ (78)"

ترجمہ : "پھر بھی ان لوگوں نے ان کی تکذیب کی تو ہم نے نوح کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے ان کو بچا لیا اور ہم نے ان لوگوں کو جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے غرق کر دیا۔ بے شک وہ ایک اندھی قوم تھی۔ (79)"

"پھر اس کے بعد باقی رہنے والے لوگوں کو ہم نے ڈبو دیا۔ (80)"

ترجمہ : "پھر ہم نے ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور جو مومن نہ تھے ہم نے ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی (81)"

ترجمہ : "ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو بھری ہوئی کشتی میں بچا لیا۔ (82)"

ترجمہ : "ہم نے ان کو اور کشتی والوں کو بچالیا اور اس میں دنیا والوں کے لئے ایک نشانی ہے۔ (83)"

طوفان عظیم

طوفان نوح نے اس وقت کی ایک عظیم تہذیب کو آناً فاناً صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا یہ ایک ہولناک اور انتہائی خوفناک طوفان تھا جس نے زمین کے طبقات کو تہہ و بالا کرکے کرہ ارض کی تاریخ اور جغرافیہ پر اپنے گہرے اثرات مرتب کئے، کتب تاریخ میں وادی دجلہ و فرات یعنی (Mesopotamia) کے میدانی علاقے طوفان نوح کے علاقے بتائے جاتے ہیں اور اگر دیکھا جائے تو یہ علاقہ کئی قدیم ترین تہذیب، تاریخی واقعات اور حوالوں کے اعتبار سے اہمیت کے حامل تصور کئے جاتے ہیں، چونکہ یہ علاقہ دریائے دجلہ اور فرات کے درمیان میں واقع تھا للذا طوفان نوح کے لئے بھی اس وقت موزوں ترین تھا پھر سیلاب کے حوالے سے اگر تجزیہ کیا جائے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دونوں ہی دریاؤں میں شدید طغیانی نے نا صرف اس پورے بلکہ اس سے ملحقہ کئی علاقوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا پھر یہی نہیں بلکہ اس علاقے اور اس سے ملحقہ کئی علاقوں کے تہذیبی ریکارڈ، زمین کی گہری کھدائی سے حاصل ہونے والے نمونوں، آثار قدیمہ کے حیرت انگیز انکشافات اور کئی مضبوط شواہد اور دلائل کی بناء پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دور میں یہاں ایک شدید طوفان اور سیلاب آیا تھا جس کے نتیجے میں عرصہ دراز تک زمین کے اس حصے میں زندگی کے آثار معطل رہے جبکہ دیگر مدلل قرائین تو یہاں تک اشارہ کرتے ہیں کہ: ڈائنوسارز اور اس جیسی دیگر عظیم الجثہ مخلوق بھی اسی طوفان کی زد میں آکر دنیا سے ناپید و معدوم ہوئیں کیونکہ سائنسدانوں کے مطابق ! جب بھی کبھی کسی سالم مردہ جانور یا ڈائنوسار کی باقیات کا تجزیہ کیا گیا تو ان میں کرب اور تکلیف کے آثار نمایاں نظر آئے جنہیں دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا کہ ان کی موت دم گھٹنے کے سبب واقع ہوئی ہے، سائبیریا سے دستیاب ایک ایسا جسیم اور سالم جانور کے جو ہزاروں سال قبل دنیا سے ناپید ہو چکا گہری برف میں اپنے جسم، بال اور کھال کے ساتھ دفن ہو گیا تھا جب اس کا تجزیہ کیا گیا تو یہ معلوم ہوا کہ ! اس کی موت اچانک دم گھٹنے سے واقع ہوئی نیز اس کے معدے سے برآمد ہونے والی گھاس جو وہ اپنی موت سے قبل کھا رہا تھا وہ گھاس بھی گرم علاقوں میں پائی جاتی ہے۔

وادی دجلہ و فرات میں ہونے والی کھدائیوں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ: تاریخ بعید میں یہ علاقہ کئی عظیم طوفانوں کا مرکز رہا ہے روایت ہے کہ: وادی دجلہ و فرات کے جنوب میں ایک بڑی قوم 'ار (Ur)' کے حکمران ابی سین کے دور میں جو تقریباً دو ہزار قبل مسیح کا دور مانا جاتا ہے وہاں ایک عظیم طوفان آیا تھا جس کی خوفناک لہریں آسمان کو چھو رہی تھیں۔ (84)

پھر ۱۷ سو سال قبل مسیح میں بھی زمین پر جب عظیم الشان حمورابی تہذیب کا دور دورہ تھا اس سال بھی ایک شدید طوفان نے اس علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اس سال کو کتب تاریخ میں ایشنونا کے سال کے نام سے جانا جاتا ہے پھر دسویں قبل مسیح میں نبیومکن ایپال کے دور حکومت میں بھی بابل شہر ایک بڑے طوفان کی زد میں رہا۔ (85)

یہی نہیں بلکہ ماضی بعید میں اس علاقے میں پے در پے کئی بلند و بالا اور ہیبت ناک طوفان آتے رہے، ماہرین آثار قدیمہ کے مطابق ! جو اقوام اور تہذیبیں اچانک کسی حادثے، سانحے، قدرتی آفات یا عذاب الٰہی کا شکار ہوتی ہیں ان کے آثار بھی کافی حد تک مکمل اور بہتر حالات میں

محفوظ ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اقوام اس سانحے کے وقت اپنے روز مرہ کے معمولات زندگی میں مصروف ہونے کے سبب نابود ہوئیں لہٰذا جب بھی کبھی کسی ایسی تہذیب تک ماہرین پہنچے تو انہیں زیر زمین وہ اقوام اور ان کے آثار اپنی اصل حالت میں دستیاب ملے اور اسی سبب ماہرین کی زیادہ بیش بہا معلومات اور خزانے تک رسائی ممکن ہو سکی گو کہ اس قسم کے واقعات آنے والی نسلوں کے لئے کسی عبرت سے کم نہیں۔

گزشتہ تہذیبوں کی طرح اللہ تعالیٰ نے طوفان نوح کے آثار کو بھی زمین پر ہزاروں سال تک محفوظ رکھا تاکہ بنی نوع انسانیت اللہ کے نافذ کردہ قوانین کی خلاف ورزیاں کرنے والوں کے انجام سے بخوبی واقف ہو سکے اور ان سے سبق حاصل کرے، اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسانیت کو طوفان نوح کی خبر اپنے منتخب انبیاء کرام اور الہامی کتب کے ذریعے دی خود قرآن کریم سمیت عہد نامہ قدیم وجدید میں اس پر تفصیلاً بحث کی گئی ہے نیز یونان، مصر، ہندوستان، چین، برما، ملایا، ویلز، سکینڈے نیویا، لتھونیا، یونان، جزائر شرق الہند، آسٹریلیا، نیو گنی، امریکہ اور یورپ کے مختلف حصوں میں ایسی روایات کا تسلسل پایا جاتا ہے جبکہ دنیا کی بڑی اور قدیم تہذیبوں میں خصوصاً حمیری، سمیری، آشوری، یونانی، دیومالائی اور ہندو تہذیب میں کشتی نوح اور طوفان نوح کو خاص اہمیت حاصل ہے جبکہ ہندوؤں کے یہاں اس واقع کو 'جل پریان' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

سائنسدانوں کا یہ خیال ہے کہ: پانی اچانک چڑھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بلند ترین پہاڑ کی چوٹیوں تک جا پہنچا یہاں تک کے پہاڑ کی چوٹیاں بھی زیر آب آگئیں ہمالیہ، انڈیز، الپس اور امریکہ کے سلسلہ کوہ راکیز پر آج تک اس طوفان کے اثرات ثبت ہیں۔

طوفان نوح میں پیغام

اگر نظام کائنات کا تجزیہ کیا جائے تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس نظام میں پانی کو ایک اہم اور کلیدی حیثیت حاصل ہے، ہر قسم کی حیات کی بقاء کے لئے پانی ایک ناگزیر جز ہے جس طرح سے حیات کو قائم رکھنے میں اس کے کردار سے انکار ممکن نہیں بالکل اسی طرح سے یہ اپنے اندر ہلاکت و بربادی کی تمام تر صفات سے بھی متصف ہے قوم نوح نے بھی ہماری قوم کی طرح مادیت سے اپنا رشتہ نہ صرف جوڑ لیا تھا بلکہ وہ اس کو ہر گزرتے دن کے ساتھ اس رشتے کو مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر استوار بھی کرتے رہے، لہٰذا قانون قدرت نے ایسی سرکش قوم کو صفحہ ہستی سے ہمیشہ کے لئے ہی مٹا دیا اور ان کی وادی کے گرد موجود پانی کے عظیم ذخائر کو ان کے لئے وجہ عذاب بنا دیا جو کبھی ان کے لئے وجہ حیات تھے،

تحقیق ہمیں یہ بتاتی ہے کہ: سمندر میں مدوجزر سورج اور چاند کی کشش سے پیدا ہوتے ہیں پھر کائنات میں موجود بلیک ہولز بھی اپنے اندر اتنی طاقت اور کشش رکھتے ہیں کہ وہ زمین کے نظام کو درہم برہم کر سکیں کیونکہ جب وہ زمین کے قریب سے گزرتے ہیں تو زیر زمین موجود لاوے میں ایک کشش اور اضطراب پیدا ہوتا ہے جس سے کرہ ارض پر عظیم الشان تباہی آتی ہے اور یہ تباہی اپنے ساتھ بہت کچھ مٹا دیتی ہے۔

Environmental Sciences کے ماہرین نے جب قطبین پر سے برف کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار نمونوں کا، کہ جن میں کاربن ڈائی آکسائیڈ، آکسیجن اور سلفر سے بننے والی گیسز کے مرکبات موجود تھے کا لیبارٹری میں تجزیہ کیا تو انہیں یہ معلوم ہوا کہ ہر دس ہزار سال کے بعد ہوا میں موجود ان گیسز کی مقدار اپنی انتہاء کو پہنچ کر اچانک نیچے گر جاتی ہے اور یہ سائیکل ہر دس ہزار سال کے بعد دہرایا جاتا ہے وہ اس زمانے کو Ice age کہتے ہیں، آئس ایج کی وجہ سے زمین پر گیسز کا اخرج کم ہو جاتا ہے لہٰذا دنیا بھر کے ماہرین ماحولیات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ: فضائی اور موسمی تبدیلیوں کے باعث چونکہ دنیا بھر کے موسم نہایت تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں لہٰذا اس تبدیلی کے پیش نظر یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ آئندہ آنے والے تیس سالوں میں دنیا دوبارہ Ice age میں جا سکتی ہے، کیونکہ گزشتہ Ice age کو گزرے تقریباً دس ہزار سال مکمل ہو گئے۔

جبکہ روحانی سائنسدان یہ کہتے ہیں کہ: زمین پر ہر دس ہزار سال کے بعد ایسی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں کہ جہاں سمندر تھا وہاں خشکی ظاہر ہو جاتی ہے اور جہاں خشکی تھی وہاں سمندر نمودار ہو جاتا ہے کیونکہ ۲۰۰۶ء میں طوفان نوح کو پورے دس ہزار سال گزر چکے لہٰذا پے در پے آنے والے سمندری طوفانوں اور فضائی آلودگی کے پیش نظر کہ جب فضاء میں کاربن ڈائی آکسائیڈ، آکسیجن اور سلفر کی مقدار روز بروز بڑھتی ہی جا رہی

ہے اور پھر یہ اپنی انتہاء کو پہنچ کر اچانک نیچے گر جائے گی اور پھر زمین پر طوفان نوح جیسا ایک اور طوفان آئے گا جس کی وجہ سے صنعتی ترقی ختم ہو جائے گی اور انسانوں کی آبادی چھ ارب سے کم ہو کر صرف ایک چوتھائی رہ جائے گی اور انسان پھر دوبارہ Stone age میں چلا جائے گا۔ (86)

۵۔اصحاب الراس

الرس کے دو معنی ہیں:

۱۔ زمین کا کوئی بھی گڑھا خواہ وہ قبر کا یا کنویں کا گڑھا ہی کیوں نہ ہو اس کو الرس کہا جاتا ہے۔

۲۔ وہ کنواں جس کو کسی چیز سے ڈھانکا نہ گیا ہو اور نہ ہی اس کے گرد منڈیر بنائی گئی ہو ایسا اندھا کنواں کے جس میں لوگوں کے گرنے کا اندیشہ ہو اس کو بھی الرس کہا جاتا ہے۔

اصحاب الرس سے متعلق چار اقوال ہیں

۱۔ ضحاک نے کہا کہ: یہ وہ کنواں ہے جس میں صاحب یسین کو قتل کرکے ڈال دیا گیا تھا۔

۲۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ: یہ آذر بائی جان کے لوگوں کا کنواں ہے۔

۳۔ قتادہ اور زہیر نے کہا کہ: اس سے مراد اہل یمامہ ہیں کیونکہ انہوں نے بہت سے کنویں بنائے تھے۔

۴۔ اس سے مراد اصحاب الخذود ہیں۔ (87)

ارشادات خداوندی ہیں کہ:

ترجمہ: "اس سے پہلے نوح کی قوم نے اور اندھے کنویں والوں نے اور ثمود نے جھٹلایا تھا۔ (88)"

ترجمہ: "اسی طرح سے ہم نے عاد، ثمود، اصحاب الراس اور بیچ کی صدیوں کے بہت سے لوگوں کو تباہ کیا۔ (89)"

الرس سے مراد عرب کے دو شہر یعنی نجد اور شمالی حجاز سے بھی لئے گئے ہیں جبکہ اہل الرس کی اصطلاح ان لوگوں کے لئے استعمال کی گئی ہے جو کہ خود ہی جھوٹ گھڑنے کے بعد اس کی تشہیر کرتے ہوں دراصل 'رس' بین القوم سے ماخوذ ہے جس کے معنی فساد اور عداوت کے پھیلانے سے ہے لہٰذا معنوی اعتبار سے اصحاب الراس سے مراد ایسی قوم جو کہ غلط باتیں وضع کرکے لوگوں میں پھوٹ ڈلوائیں۔ (90)

۶۔ایکہ والے

ارشاد خداوندی ہے کہ: ترجمہ: "اور ایکہ (جنگل) والوں نے اور تبع کی قوم نے، ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا۔ (91)"

ایکہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بہت زیادہ جنگل اور گھنے درخت ہوں یعنی درختوں کا جھنڈ ہو بعض لوگوں نے یہ کہا کہ: یہ کسی خاص شہر کا نام ہے حضرت شعیب اصحاب ایکہ اور اہل مدین کی طرف مبعوث کئے گئے تھے اور دونوں ہی قوم پر عذاب الٰہی آیا، اہل مدین ایک خوفناک چیخ سن کر ہلاک ہوگئے جبکہ اصحاب ایکہ جس جنگل میں تھے ان پر بادل کا عذاب آیا تھا اس آیت میں قوم تبع کا ذکر بھی کیا گیا ہے تبع عرب کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا۔

قتادہ کہتے ہیں کہ: تبع کی قوم سے مراد قوم سبا ہے اور سبا میں حمیر نامی ایک قبیلہ تھا جو کہ اپنے بادشاہ کو تبع کہا کرتے تھے جس طرح سے روم کے بادشاہ کو قیصر کہا جاتا ہے یا فارس کے بادشاہ کو کسریٰ کہا جاتا ہے، قوم سبا اپنے وقت کی ایک عظیم قوم تھی۔ حافظ ابن کثیر نے کہا کہ: دو تبع تھے جن میں سے ایک پہلے کافر تھا جو بعد میں مسلمان ہو گیا جبکہ حضرت سہل بن سعد ساعدی نے بیان کیا کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: تبع کو برا نہ کہو کیونکہ وہ مسلمان ہو چکا تھا۔ (92)

روایت میں آتا ہے کہ: حضرت ابراہیمؑ کی تیسری زوجہ قطورہ کے بطن سے چھ بیٹے تولد ہوئے جن میں سے ایک کا نام مریان تھا، حضرت شعیبؑ کا تعلق بھی قبیلہ مریان سے تھا لفظ مریان تبدیل ہو کر مدین بن گیا لہٰذا مریان یا مدین کی شادی حضرت لوطؑ کی صاحبزادی سے ہوئی

اور وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ حجاز میں آباد ہوئے مدین بن ابراہیم کیا ولاد میں تمام قبائل انہی کے نام سے مشہور ہوئے حضرت شعیبؑ کی بعثت کے وقت یہ قبائل بحر قلزم کے مشرقی کنارے اور عرب کے شمال مغرب میں شام سے متصل حجاز کے سرحدی علاقے میں آباد تھے۔ حضرت شعیبؑ کا زمانہ سولہویں یا سترہویں صدی قبل مسیح بتایا جاتا ہے تورات میں آپ کا تذکرہ حوباب (Hobab) اور یترو (Jethro) کے نام سے کیا گیا ہے۔

حضرت شعیبؑ نہایت فصیح اور شیریں کلام تھے آپ کا طرز بیان نہایت پراثر تھا اسی اعتبار سے آپ کو خطیب الانبیاء بھی کہا جاتا ہے۔ آپ جس جگہ آباد تھے وہ علاقہ گھنے خوبصورت بلند و بالا شاداب اور اونچے درختوں سے گھیرا ہوا تھا یہ درخت اتنے دراز قامت تھے کہ دور سے ایسا لگتا تھا جیسے وہ آسمان سے باتیں کر رہے ہیں قرآن کریم میں وہاں کی رہنے والی قوم کے لئے 'اصحاب ایکہ' کا نام بیان کیا ہے یہ قوم تجارت کے پیشے سے وابستہ تھی اور انتہائی متمول اور خوشحال واقع ہوئی تھی شاید اسی وجہ سے ان میں بلا کا غرور و تکبر بھی پایا جاتا تھا یہی نہیں بلکہ دنیا کی چمک دمک نے بھی ان کی آنکھوں کو خیرہ کر رکھا تھا اور وہ ہوس زر میں اس قدر آگے نکل گئے کہ انہیں اچھے بُرے کی تمیز ہی باقی نہ رہی لہٰذا ناپ تول میں کمی تجارتی اور پیشہ روانہ بددیانتی اس قوم کی وجہ شہرت بنی وہ بڑے فخر سے لوگوں کو دھوکہ دیا کرتے اور گھٹیا مال کو مہنگے داموں فروخت کیا کرتے۔ اصحاب ایکہ بعل (ہبل) کی پرستش کیا کرتے تھے اس پر قیمتی نذر نیاز کے چڑھاوے چڑھائے جاتے بعد میں یہی بت ہبل کے نام سے عرب کے طول و عرض میں پوجا جانے لگا۔ ایسے میں اللہ نے ان کے درمیان حضرت شعیب کو توحیدی مشن کی ذمہ داریاں سونپیں جو انہیں حق و باطل میں تمیز سیکھاتے، ایک اللہ کی عبادت کا درس دیتے، ناپ و تول میں کمی اور دھوکے سے روکتے لیکن ان تمام باتوں کا ان کی قوم پر قطعاً کوئی اثر نہ ہوتا بلکہ الٹا ان کی قوم انہیں طعن و تشنیع کا ہدف بناتی یہی نہیں بلکہ ان سے عذاب کا مطالبہ بھی کرتے، بلاآخر حجت تمام ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس سرکش قوم کو عبرتناک انجام تک پہنچایا اور گستاخ اور نافرمان قوم ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹادی گئی اس قوم کے حوالے سے قرآن کریم میں متعدد آیات میں واضح آیات موجود ہیں۔ ارشادات خداوندی ہیں کہ:

ترجمہ "بے شک (جنگل والے) ظالم تھے تو ہم نے ان سے بدلہ لے لیا اور یہ دونوں شہر کھلی سڑک پر واقع ہیں۔ (93)

ترجمہ: "اور شعیبؑ نے کہا کہ: کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں؟۔۔۔ ناپ پورا بھرا کرو اور تولنے میں کمی نہ کیا کرو اور تولتے وقت ترازو کی ڈنڈی سیدھی رکھا کرو اور لوگوں کو ان کی خریدی ہوئی چیزیں کم نہ دیا کرو اور ملک میں فساد پھیلاتے نہ پھرو اور اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں اور اگلی آنے والی مخلوق کو پیدا کیا۔ (94)"

ترجمہ: "پھر انہیں زلزلے نے آلیا تو وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں پر دھرے رہ گئے جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا اور وہی گھاٹے میں رہے۔ تب شعیبؑ نے ان سے اپنا منہ پھیر لیا اور کہا کہ! اے بھائیو! میں نے تمہیں اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا دیا اور میں نے تمہاری خیر خواہی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، تو پھر اب میں کافروں پر کیسے افسوس کروں؟ (95)"

ترجمہ: "اور جب ہمارا حکم عذاب آپہنچا تو ہم نے اپنی رحمت سے شعیبؑ کو اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے بچا لیا اور جو ظالم تھے انہیں ایک چنگھاڑ نے آپکڑا تو وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرے رہ گئے گویا وہ وہاں بسے ہی نہ تھے۔ مدین والوں پر پھٹکار ہے جیسے ثمود پر پھٹکار پڑی تھی۔ (96)"

ترجمہ: "جب انہوں نے اسے جھٹلایا تو سائبان کے دن کے عذاب نے انہیں آلیا بے شک وہ ایک بڑے دن کا عذاب تھا۔ (97)"

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے واقعے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ! جو قومیں اللہ کے قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دولت پرستی کی قبیح لعنت کو اپناتی ہیں اور حلال وحرام کی تمیز کھو بیٹھتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسی اقوام کو ذلت و گمراہی میں مبتلا فرما کر صفحہ ہستی سے مٹا دیتے ہیں اس جیسی ایک نہیں بے شمار مثالیں تاریخ کے صفحات پر موجود ہیں جب، جب ظالم جابر شہنشاہوں نے اللہ کی زمین پر ہوس زر، فتنہ فساد اور ظلم و استبداد کو پھیلانے کے غرض سے اللہ کی مخلوق پر زمین کو تنگ کیا اور ان کے منہ سے آخری نوالہ چھننے کی کوشش کی تو اس وقت اللہ کا قاہرانہ نظام حرکت میں آیا

اور اللہ نے ایسی بادشاہت، شہنشاہیت اور بڑے بڑے محلات کو ناصرف نیست و نابود اور کھنڈرات میں تبدیل فرمایا بلکہ ایسے لوگوں کو بھی نشان عبرت بنا دیا خود شہنشاہ ایران اس کی مثال ہیں جن کے آباؤاجداد ڈھائی ہزار سال سے ایران کے عوام پر جابرانہ، آمرانہ اور سفاکانہ انداز سے حکمرانی کرتے چلے آرہے تھے بلاآخر اللہ تعالیٰ نے ایسے ظالم کو رہتی دنیاتک کے لئے نشان عبرت بنا دیا اور خود شہنشاہ ایران کے پشت پناہ جو دنیا کے سیاہ و سفید کے مالک بنے بیٹھے تھے اس کی مدد کو نہ آسکے اور شہنشاہ ایران کو اپنے ملک میں دفن ہونے کے لئے دو گز زمین تک میسر نہ آسکی اور وہ کینسر کے مرض میں مبتلا ہو کر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے کہ :

ترجمہ : "کیا یہ لوگ زمین میں گھوم پھر کر نہیں دیکھتے کہ پہلی اقوام کا انجام کیا ہوا، وہ لوگ قوت اور تہذیب و تمدن میں ان سے برتر تھے لیکن اللہ نے انہیں ان کے گناہوں کی سزا میں پکڑ لیا اور انہیں کوئی بھی نہ بچا سکا۔ (98)"

۷۔اصحاب الفیل

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش سے تین ماہ قبل یعنی ماہ محرم میں یمن کے بادشاہ ابراھہ نے اپنے ۶۰،۰۰۰ کے فوجی لشکر کے جس میں بدمست ہاتھی بھی شامل تھے نے مکہ پر پیش قدمی کی، اس پیش قدمی کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس نے یمن کے دارالسلطنت میں ایک عظیم الشان کلیساء تعمیر کروایا تھا اور کلیساء کی تعمیر کے بعد اس نے شاہ حبش کو ایک مکتوب میں یہ لکھا کہ : 'میں عربوں کا حج کعبہ سے اس کلیساء کی طرف موڑے بغیر نہیں رہوں گا' چنانچہ انہی مذموم عزائم کے ساتھ وہ وادی محسر میں پہنچا جو مکہ سے پہلے واقع تھی، اس وقت حضرت عبدالمطلب سردار مکہ تھے جب انہیں خبر ہوئی تو انہوں نے ابراھہ سے ملاقات کی اور اس کے آنے کا مقصد جانا پھر آپ وہاں سے اٹھ کر خانہ کعبہ تشریف لے گئے آپ کے ساتھ عرب کی کچھ معزز شخصیات اور بھی تھیں پھر ان سب نے خانہ کعبہ کے رب سے دعا کی کہ : اے رب: تو ہی اپنے گھر کی حفاظت فرما کیونکہ ہمارے پاس نہ تو اتنی بڑی فوج ہے اور نہ ہی اتنا اسلحہ کہ ہم اس ظالم اور جابر سے ٹکرا سکیں، مورخین لکھتے ہیں کہ ! ابھی دعا مکمل بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اچانک آسمان پر ابابیل کے جھنڈ کے جھنڈ نمودار ہوئے اور انہوں نے ابرھہ کے لشکر پر پتھر برسانے شروع کر دیے۔ حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ : جس پر بھی یہ کنکری گرتی اس کے جسم سے خون پانی کی طرح بہنا شروع ہو جاتا اور جلد جھڑنے لگتی یہاں تک کے اس کی ہڈیاں نمودار ہو جاتیں اور اس کی موت واقع ہو جاتی خود ابراھہ کا بھی انجام ہوا۔ ارشاد خداوندی ہے کہ :

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟

أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ کیا اس نے ان کی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا؟

وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے۔

تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ جو ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے۔

فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ پھر ان کا یہ حال کر دیا کہ جیسے جانوروں کا کھایا ہوا بھوسا۔ (99)

لغات القرآن میں 'عصف' کے معنی غلے کے دانے پر موجود چھلکا یا بھوسا (100) یہ بھوسا جب زمین پر گرتا ہے تو پیروں تلے روندا جاتا ہے۔ یہ واقعہ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان واقع وادی محسر میں پیش آیا، جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ ! رسول اللہ ﷺ حجۃالوداع کے موقع پر جب اس جگہ سے گزرے تو آپ ﷺ نے اپنی رفتار کو تیز کر دیا۔ (101) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ! مزدلفہ پورا کا پورا ٹھہرنے کا مقام ہے مگر وادی محسر میں نہ ٹھہرا جائے۔ (102)

عذاب الٰہی کی سائنسی وجوہات

ارشاد خداوندی ہے کہ :

وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ○ مَا تَذَرُ مِن شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ۔

ترجمہ: "ہم نے ان پر بانجھ ہوا بھیجی وہ جس چیز پر سے گزرتی ہے اس کو بوسیدہ ہڈیوں کی مانند کئے بغیر نہ چھوڑتی" (103)
عربی زبان میں لفظ 'عقیم' بانجھ عورت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو کہ بے اولاد ہو جبکہ اس آیت میں لفظ الریح العقیم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی ہیں ایسی بانجھ اور خشک ہوا جو اپنے ساتھ بادلوں اور بارش کو نہیں لاتی، اسی طرح سے قرآن کریم میں ایک جگہ 'عذاب یوم العقیم' کا ذکر بھی موجود ہے جس کے معنی ہیں تباہ کر دینے والے دن کا عذاب یعنی ایسا عذاب کے جس سے اس قوم کی نشو نما اور صلاحیتیں سلب ہو جائیں اور ان کی جڑ کٹ کر رہ جائے۔ (104)
عربی زبان میں 'رم العظم' بوسیدہ اور گلی سڑی ہڈی کو کہتے ہیں یعنی قوم عاد پر اللہ نے ایسی آندھی بھیجی جو جس جگہ اور چیز پر سے گزری اس نے اس کو تباہ و برباد اور بوسیدہ اور چورا چورا کر دیا۔ (105) لیکن حیرت انگیز امر یہ ہے کہ! ہزاروں سال قبل پیش آنے والے ان واقعات اور بانجھ ہواؤں کے اثرات آج تک ان علاقوں کے شہروں، گلی کوچوں، درو دیواروں پہاڑوں، سمندروں، ریت کے ذرات، فضاؤں، ہواؤں اور آبی ذخائر میں موجود ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک اس جانب واضح اشارہ پیش کرتا ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ! ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ وادی الحجر میں ٹھہرے جو قوم ثمود کی سرزمین ہے، مسلمانوں نے ان کے کنویں سے پانی پیا اور اس کنویں کے پانی سے آٹا بھی گوندھا لیکن جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ جو پانی نکالا گیا ہے اس کو الٹ دیا جائے اور گوندھا ہوا آٹا اونٹوں کو کھلا دیا جائے پھر آپ ﷺ نے مزید حکم دیا کہ تم لوگ اگر پانی پینا چاہو تو اس کنویں سے پیو جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی۔ (106)
مندرجہ بالا حدیث میں ایسے عذاب یافتہ علاقوں سے گزرتے وقت خاص احتیاط کی جانب واضح اشارہ موجود ہے۔ 'ریح العقیم' کے لغت میں ایک معنی 'بانجھ ہوا' کے بھی ہیں یعنی ایسی ہوا جو کے براہ راست تولیدی نظام کو متاثر کرے کیونکہ اس بانجھ ہوا میں تابکاری کی تمام صفات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں پھر یہ کہ آج سے ہزاروں سال قبل لوگ تابکاری کی سائنسی اصطلاح سے بھی ناواقف تھے لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کی فہم کے مطابق انہیں ایسی عذاب یافتہ بستی کی کسی بھی شے کو استعمال کرنے سے سختی سے منع کیا اگر دیکھا جائے تو تابکاری پیدا کرنے والے عناصر کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ! یہ دیگر عام عناصر کے ایٹمز کے برعکس زیادہ توانائی کے حامل ہوتے ہیں۔
نیوٹران، پروٹان یا پھر ان میں موجود فاضل توانائی کے اخراج سے تابکار شعاعیں پیدا ہوتی ہیں اور تابکار شعاعوں کے اخراج کو انگریزی زبان میں Ionizing Radiation بھی کہا جاتا ہے اس عمل کے دوران یہ عناصر دوسرے تابکار عناصر میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور اٹامک نمبر کے ساتھ ساتھ ان کا اٹامک وزن بھی تبدیل ہو جاتا ہے اس عمل کو سائنسی زبان میں Radio Activity کہا جاتا ہے سائنسدانوں کا یہ خیال ہے کہ! تابکاری کے اثرات کڑی در کڑی اپنا سفر جاری رکھتے ہیں اور آج بھی زمین پر اس دور یا پھر دور اول کے اثرات پائے جاتے ہیں جب زمین پر زندگی کے آثار بھی موجود نہ تھے گو کہ روزمرہ استعمال کی بے شمار اشیاء سے بھی خطرناک تابکاری کی شعاعوں کا اخراج ہوتا ہے جس سے انسانی حیات اور صحت بری طرح سے متاثر ہوتی ہیں اس کے ساتھ ساتھ کئی لاعلاج بیماریاں بھی وقوع پذیر ہوتی ہیں یہی نہیں بلکہ ان تابکار شعاعوں کے اثرات سے انسانی، حیوانی اور نباتاتی تولیدی نظام بھی بُری طرح سے متاثر ہوتا ہے لہٰذا بالالفاظ دیگر تابکار شعاعیں دراصل بانجھ ہوا ہی ہے۔
سائنسدانوں کا یہ خیال ہے کہ! جدید اسلحہ جس میں Radiological Weapens، ایٹم بم، ہائیڈروجن بم، نیوٹران بم، کوبالٹ بم اور پھر اس جیسے ناجانے کتنے ہی خطرناک ہتھیار جو کہ انسانیت کی تباہی کے لئے بنائے گئے ہیں ان کے استعمال سے انتہائی شدید اور مضر صحت تابکار شعاعوں کا اخراج ہوتا ہے جو کہ عمارتوں، زمین، فضاء، ہوا، پانی، دریا، سمندر، کنویں، کھیت کھلیانوں، چٹانوں اور پہاڑوں میں سرائیت کر جاتے ہیں اور پھر ہزاروں سال تک ان میں سے ان شعاعوں کا اخراج ہوتا رہتا ہے کوبالٹ بم کے بارے میں سائنسدانوں کا یہ ماننا ہے کہ! یہ بم جس جگہ گرایا جائے گا اس سے خارج ہونے والی تابکار شعاعیں بادلوں کے ساتھ سفر کرتے ہوئے اس علاقے کی تمام حیات کو ختم کر دیتی ہیں اور یہ سلسلہ برسہا برس تک جاری رہتا ہے پھر یہی نہیں بلکہ اب تو کچھ ایسے بم بھی ایجاد کر لئے گئے ہیں جو جبھی کسی علاقے میں پھینکے

جائیں گے تو وہاں کی آکسیجن کو مکمل طور پر ختم کر دیں گے جس کی وجہ سے وہاں حیات کا مکمل خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ آکسیجن پر ہی تمام ذی نفوس کی زندگی کا دار و مدار ہے۔

ہیروشیما اور ناگاساکی کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں جب دوسری جنگ عظیم کے موقع پر امریکیوں نے جاپانیوں کی پیش قدمیوں کو روکنے کے لئے انتہائی قدم اٹھایا اور ۶ اگست ۱۹۴۵ء کو ہیروشیما پر اور اس کے تین کے بعد یعنی ۹ اگست ۱۹۴۵ء کو ناگاساکی پر ایٹم بم برسائے گئے جس کے نتیجے میں آن واحد میں ہزاروں افراد ہلاک جبکہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ زخمی اور معذور ہو گئے اور ایک اندازے کے مطابق تقریباً ۸۰ فیصد افراد کینسر جیسے مہلک مرض میں مبتلا ہوئے جبکہ عرصہ دراز تک اس علاقے میں معذور بچے پیدا ہوتے رہے پھر اس دھماکے کے بہت سال بعد جب ایک سروے کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ! اس دھماکے سے پیدا ہونے والے تابکاری کے اثرات آج بھی دنیا کی فضاؤں میں موجود ہیں اور انہیں آلودہ کئے ہوئے ہیں یہاں تک کے امریکہ کے شمال میں واقع غیر آباد خطہ آرکٹک میں بھی ان تابکار آلودگی کے اثرات پائے گئے پھر یہی نہیں بلکہ یہ تابکار شعاعیں کڑی در کڑی سفر کرتے ہوئے غذاؤں اور پانی میں بھی موجود ہیں اور نسل انسانی کو شدت سے متاثر کر رہی ہیں۔

اسی طرح جب ۲۸ اپریل ۱۹۸۶ء میں روس کا چرنوبل ایٹمی پلانٹ جب ایک شدید دھماکے سے پھٹ گیا تو اس کی تباہی اور تابکاری کے اثرات سے اسی وقت سینکڑوں افراد ہلاک اور بے شمار افراد زخمی ہو گئے جب کہ فوری طور پر پلانٹ کے ارد گرد کا تقریباً ایک سو پچاس مربع کلومیٹر کے رقبے کو اگلے کئی عشروں تک کے لئے آلودہ قرار دیتے ہوئے بند کر دیا گیا جس کی وجہ سے ایک لاکھ پنتیس ہزار افراد کو نقل مکانی کرنا پڑی لیکن چرنوبل سے خارج ہونے والی ان تابکار شعاعوں نے فصلوں، پانی، ہوا اور فضاء کو بھی شدت سے متاثر کیا اور یہ آلودگی کڑی در کڑی سفر کرتے ہوئے اسکینڈے نیویا اور مشرقی یورپ اور اس سے بھی آگے کئی ممالک میں سرائیت کر گئی۔

تابکار عناصر جن میں بیریم، کرپٹان، کیوریم، آئیوڈین اور سیزیم سرفہرست ہیں ان میں سے ہر ایک عنصر ایک مخصوص انسانی جسمانی عضو کو متاثر کرتے ہوئے ان اعضاء کے خلیات اور بافتوں کی کارکردگی اور ساخت میں تبدیلی اور پیچیدگی پیدا کرتے ہیں جس کی وجہ سے کئی خطرناک بیماریاں جن میں کینسر اور ایڈز جیسے مہلک امراض شامل ہیں پیدا ہوتے ہیں مثلاً بیریم کی ساخت چونکہ کیلشیئم سے مشابہہ ہے لہٰذا یہ انسانی ہڈیوں اور دانتوں کو، سیزیم کی ساخت پوٹاشیئم سے مماثل ہے لہٰذا یہ انسانی پٹھوں اور بافتوں کو جبکہ آئیوڈین کے تابکار ذرات تھائیرائیڈ گلینڈز میں جمع ہو کر اس عضو اور اس کی کارکردگی کو متاثر کرتے ہیں چونکہ تمام نیوکلیائی ذرات کے اثرات اور اہداف ایک دوسرے سے مختلف ہیں لہٰذا وہ اپنی انفرادیت کو برقرار رکھتے ہوئے مختلف انسانی، حیوانی اور نباتاتی حیات پر اپنے شدید اثرات مرتب کرتے ہیں۔

سائنسدانوں کے مطابق ! تابکار عناصر زمین پر انسانی حیات سے قبل بھی موجود تھے مثلاً تھورون گیس اور ریڈان گیس وغیرہ ان گیسیز سے خارج ہونے والے آئسوٹوپس انسانی حیات کے لئے ضرر رساں ہیں چونکہ یہ گیسیز فضاء میں پائی جاتی ہیں لہٰذا یہ انسانی جسم میں عمل تنفس کے ذریعے باآسانی داخل ہوتی ہیں پھر یہی نہیں بلکہ خلاء سے زمین پر کا سمک ریز کا نزول بھی ہوتا ہے یہ کا سمک ریز اپنے فضاء سے زمین پر نزول کے سفر میں مزید تابکار شعاعوں کو جنم دیتی ہیں جبکہ سائنسدانوں نے مزید یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ ! زمین کی تہہ میں بھی قدرتی طور پر کئی تابکار عناصر اور اجزاء پائے جاتے ہیں ان تابکار عناصر کی مقدار اور اخراج مختلف علاقوں اور ممالک میں الگ الگ ہے لہٰذا یہ اپنے اخراج کے اعتبار سے مختلف انسانوں پر مختلف انداز اور مقدار سے اثر انداز ہوتے ہیں جبکہ مختلف افراد میں ان تابکار شعاعوں کے انجذاب کی شرح بھی الگ ہے۔

اوسطاً ۹۵ فیصد افراد کے جسم میں ان عناصر کے ۳۔۰۔۶۔۰ ملی سیورٹ) تابکاری ناپنے کا پیمانہ) جذب ہوتے ہیں لیکن کئی خطوں میں یہ مقدار ۴۔۱ ملی سیورٹ تک بھی پائی جاتی ہے، برازیل کے ایک پہاڑی علاقے میں انسانی جسم میں تابکار عناصر کی مقدار ۲۵ ملی سیورٹ تک ریکارڈ کی گئی ہے کیونکہ تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ ان علاقوں میں تابکار عناصر سے شعاعوں کا اخراج قدرتی طور پر بہت زیادہ ہے لہٰذا وہ علاقہ لوگوں سے خالی کروا لیا گیا، ایک تحقیق کے مطابق ! بھارت، فرانس اور نائیجیریا کے کئی علاقوں میں یہ مقدار ۴۰۰ ملی سیورٹ تک

بھی ریکارڈ کی گئ جبکہ تحقیق میں آگے یہ بھی بتایا گیا کہ ! ان علاقوں کے در و دیوار، مکانات، سڑکوں، گزرگاہوں حتیٰ کے آبی ذخائر تک میں یہ تابکار عناصر بڑی مقدار میں سرائیت کر چکے ہیں۔

انٹر نیشنل اٹامک انرجی ایجنسی ((AEA اور عالمی ادارہ صحت (WHO) نے غیر قدرتی ذرائع سے انسانی جسم میں داخل ہونے والے تابکار عناصر کی محفوظ مقداری حد ۵ ریم یا سیورٹ فی ۳۰ سال مقرر کی ہے لیکن یہ بھی ایک لمحہ فکر یہ ہے کہ روز افزوں ترقی کے اس تیز سفر میں کئ ایسی ایجادات جو انسانی زندگی کے لئے اب لازم و ملزوم کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں ان سے بھی خطرناک تابکار شعاعوں کا مسلسل اخراج ہوتا رہتا ہے جو انسانی حیات اور ماحول کو مستقل طور پر آلودہ کرنے کا ایک اہم سبب ہیں۔ قانون قدرت سے انحراف کے نتیجے میں اقوام کو اس کی بڑی بھاری قیمت چکانی پڑتی ہے اگر ہم اپنے اطراف پر نظر دوڑائیں تو ہم یہ دیکھیں گے کہ ! نت نئے جسمانی، دماغی، نفسیاتی اور ذہنی امراض کی ایک طویل فہرست ہے جس میں ہر گزرتے دن کے ساتھ اضافہ ہی ہو رہا ہے وسائل کے انبار کے باوجود افراد تنگی روزی کا شکار ہیں، ازدواجی بندھن کسی بوجھ سے کم نہیں، ناگہانی اموات اور حادثات روز کا معمول بن چکے ہیں، کہیں والدین کو اپنی اولاد سے اور کہیں اولاد کو اپنے والدین سے نا ختم ہونے والی شکایات ہیں پھر بنی نوع انسانیت چاہے اس کا تعلق ترقی یافتہ ممالک سے ہو یا پسماندہ، دونوں ہی ایک تکلیف دہ عدم تحفظ کا شکار ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ :

ترجمہ : "جو لوگ میرے احکامات کو بھول جائیں گے، ہم ان کی روزی کو تنگ کر دیں گے اور قیامت میں انہیں اندھا بنا کر اٹھائیں گے۔(107)"

*****

حوالہ جات

1۔ توبہ: ۷۰

2۔ العنکبوت: ۴۰

3۔ البقرہ: ا۔۳

4۔ لغات القرآن, شیخ غلام احمد پرویز، (متوفی ۱۴۰۵ھ) مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور، ص: ۱۲۵۰

5۔ سورہ الجاثیہ: ۱۹

6۔ سورہ آل عمران: ۷۶

7۔ سورہ الحجرات: ۱۳

8۔ سورہ ہود: ۴۹

9۔ سورہ الحجر: ۴۶

10۔ سورہ الانعام: ۷۵

11۔ تجلیات حکمت، مولف، آیت اللہ اصغر ناظم زادہ قمی۔ مطبع۔ انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی ایران، طبع: سوم، ۲۰۰۳ء، ص: ۵۱۳

12۔ الشوریٰ:

13۔ المومن: ۲۱

14۔ لسان العرب، علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی (متوفی ۷۱۱ھ) مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم ایران ج: ۴، ۲۰۰۳ء، ص: ۱۷۵

15۔ الاحقاف: ۲۰

16۔ الاحقاف: ۲۱

17۔ الاحقاف: ۲۲

18۔ الاحقاف: ۲۳۔۲۴

19۔ الذاریات: ۴۱۔۴۲

20۔ صحیح بخاری، امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۰۷ھ، رقم الحدیث: ۳۳۴۳

21۔ المفردات، علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی (متوفی ۵۰۲ھ) مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ البازمکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ، ج: ۲، ص: ۳۶۱

22۔الذاریات:۴۱۔۴۲
23۔المسند،امام محمد بن ادریس شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت،۱۴۲۵ھ، ص: ۱۷۵۔رقم الحدیث: ۵۰۲
24۔ سنن ابوداؤد،امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ، رقم الحدیث: ۵۰۹۹
25۔ سنن ترمذی،امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ) مطبوعہ دارالفکر بیروت،۱۴۴۱ھ، رقم الحدیث: ۳۴۵۰
26۔الاحقاف:۲۵۔۲۶
27۔ حم السجدہ: ۱۶
28۔الاحقاف:۲۴
29۔ صحیح مسلم،امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ) مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ البازمکہ مکرمہ،۱۴۱۷ھ، رقم الحدیث: ۹۰۰
30۔مریم: ۷۴
31۔المومن: ۸۲
32۔الانعام: ۱۲۳
33۔بنی اسرائیل: ۱۵
34۔ق: ۳۶
35۔ سنن ابوداؤد،امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ، رقم الحدیث: ۵۰۹۷
36۔ایضاً۔رقم الحدیث: ۴۹۰۸
37۔ سنن ترمذی،امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ) مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۴۱ھ۔ رقم الحدیث: ۲۲۵۲
38۔القمر:۱۰
39۔القمر: ۶۔۷
40 ۔حم السجدہ: ۱۵
41۔المرسلات: ۱۔۴
42۔الذاریات:۴۳۔۴۵
43۔القمر: ۲۸
44۔مسند احمد،امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ، رقم الحدیث:۱۴۱۶۰
45۔القمر: ۲۹۔۳۰
46۔ہود: ۶۵
47۔ہود:۲۷۔۲۸
48۔الحاقہ: ۱۔۷
49۔ہود: ۶۶
50۔اعراف: ۷۹
51۔القمر: ۳۱
52۔ صحیح بخاری،امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) مکتبہ دارالکتاب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ، رقم الحدیث: ۴۷۰۲
53۔ایضاً۔رقم الحدیث: ۳۳۷۹
54۔شرح مسلم، مولف۔حافظ محمد غلام رسول سعیدی۔پبلیشر کراچی، ج۔۷ کتاب زہد ورقاق۔رقم الحدیث: ۸۶۵
55۔ایضاً۔رقم الحدیث: ۸۶۵
56۔العنکبوت۔آیت: ۲۸
57۔العنکبوت۔آیت:۲۹
58۔الشعراء۔آیتً: ۱۶۹
59۔القمر۔آیت: ۳۳۔۳۴
60۔الذاریات: ۳۳۔۳۴
61۔الحجر: ۷۳۔۷۶
62۔القمر:۳۷
63۔القمر: ۳۸

64۔ہود: ۸۲۔۸۳

65۔WERNER KELLER,UND DIE BIBEL HAT DOCH RECHT(THE BIBLE AS HISTORY: A CONFIRMATION OF THE BOOK OF BOOK).NEW YORK: WILLIAM MORROW,1964.P. 75-76.

66۔"LE MONDE DE LA BIBLE",ARCHEOLOGIE ET HISTOIR,JUL-AUG1993.

67۔اعراف: ۴۔۵

68۔النساء: ۸۴

69۔اعراف: ۵

70۔العنکبوت: ۴۱

71۔المومنون: ۲۳

72۔المومنون: ۲۴۔۲۵

73۔الشعراء: ۱۱۶

74۔القمر: ۹

75۔ہود: ۲۳

76۔ہود: ۳۲

77۔المومنون: ۲۶

78۔ہود: ۳۷

79۔اعراف: ۶۴

80۔الشعراء: ۱۲۰

81۔اعراف: ۷۲

82۔الشعراء: ۱۱۹

83۔العنکبوت: ۱۵

84۔MAX MALLOWAN,NUH'S FLOOD RECONSIDERED,IRAQ XXVI-2,1964,P.66.

85۔IBID.

86۔محمد رسول اللہ ﷺ، ج: ۳، خواجہ شمس الدین عظیمی، الکتاب پبلیشرز کراچی ۲۰۰۳ء۔ ص: ۸۳

87۔النکت والعیون۔علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی (متوفی ۴۵۰ھ) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۲ھ۔ج: ۵، ص: ۳۴۴

88۔ق: ۱۲

89۔الفرقان: ۳۸

90۔لغات القرآن، غلام احمد پرویز۔پبلیشر طلوع اسلام ٹرسٹ، ۱۹۹۸ء، ص: ۷۴۸

91۔ق: ۱۴

92۔مسند احمد۔امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت۔۱۳۹۸ھ، ج: ۵، ص: ۳۴۰

93۔الحج: ۷۹

94۔الشعراء: ۱۸۴

95۔اعراف: ۹۱۔۹۳

96۔ہود۔آیت۔۹۴۔۹۵

97۔الشعراء: ۱۹۱

98۔المومن: ۲۱

99۔الفیل: ۱۔۵

100۔لغات القرآن، غلام احمد پرویز، پبلیشرز طلوع اسلام ٹرسٹ، ۱۹۹۸ء، ص: ۱۱۶۷

101۔ صحیح مسلم، امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ)، مطبوعہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ۔۱۴۱۷ھ

102۔امام مالک بن۔ موطا امام مالک

103۔لذاریات: ۴۱-۴۲

104۔لغات القرآن، ص: ۱۱۸۳

105۔لغات القرآن، ص: ۷۸۲
106۔ صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۹۷۳۳۳، صحیح مسلم، کتاب زھد الرقاق، ج: ۷، ص: ۸۶۵
107۔طحہ: ۱۲۴